شمارہ نمبر ۲۵

وَقُل جَاءَ الحَقُّ وَزَهَقَ البَاطِلُ ۚ إِنَّ البَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا

نومبر / ۲۰۲۲

دوماہی مجلّہ

الاجماع

* نماز میں ”آہستہ“ آمین کہنا افضل ہے۔
* ابو سعد البقال، سعید بن المرزبانؒ (م ۱۴۰ھ)، ائمہ کی عدالت میں۔
* الحسن البصریؒ (م ۱۱۰ھ) کا سماع، سمرۃ بن جندبؓ (م ۵۸ھ) سے ثابت ہے۔

ناشر: الاجماع فاؤنڈیشن

نماز میں ''آہستہ'' آمین کہنا افضل ہے۔

-مفتی ابن اسماعیل المدنی

-مولانا نذیر الدین قاسمی

ثقہ، حافظ، امام ابوداود الطیالسیؒ (م ۲۰۴ھ) کہتے ہیں کہ

حدثنا شعبة، قال: أخبرني سلمة بن كهيل، قال: سمعت حجرا أبا العنبس، قال: سمعت علقمة بن وائل، يحدث عن وائل، وقد سمعته من وائل، أنه صلى مع النبي صلى الله عليه وسلم فلما قرأ {غير المغضوب عليهم ولا الضالين} قال: آمين خفض بها صوته ووضع يده اليمنى على يده اليسرى وسلم عن يمينه وعن يساره۔

حضرت وائل بن حجرؓ فرماتے ہیں کہ انہوں نے حضور ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی، تو جب آپ ﷺ ﴿**غير المغضوب عليهم ولا الضالين**﴾ کہتے، تو آمین کہتے اور اپنی آواز کو پست کر دیتے اور [نماز میں] اپنے سیدھے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھتے اور سلام [پہلے] دائیں جانب کرتے اور [پھر] بائیں جانب کرتے۔ (**مسند الامام ابوداود الطیالسی: ج ۲: ص ۳۶۰، حدیث نمبر ۱۱۱۷**)

<u>سند کی تحقیق:</u>

(۱) امام ابوداود الطیالسیؒ (م ۲۰۴ھ) مشہور ثقہ، حافظ، **من المقدمين في حفظ حديث شعبة** ہیں۔ (**تحریر تقریب التہذیب: رقم ۳۶۰، جزء في طرق حديث لا تسبوا أصحابي لابن حجر**)

(۲) شعبة بن الحجاجؒ (م ۱۶۰ھ) مشہور ثقہ، حافظ، متقن، بلکہ امیر المؤمنین فی الحدیث ہیں۔ (**تقریب: رقم ۲۷۹۰، الکاشف**)

(۲) سلمۃ بن کہیل بن حصینؒ صحیحین کے راوی اور ثقہ ہیں۔ (**تقریب: رقم ۲۵۰۸**)

(۳) ابو العنبس، حجر بن العنبس الکوفیؒ بھی ثقہ ہیں۔ (**تقریب: رقم ۱۱۴۴**)

(۴) علقمۃ بن وائل بن حجرؒ صدوق ہیں۔ (**تحریر تقریب التہذیب: رقم ۴۶۸۴**)

(۵) وائل بن حجرؓ مشہور صحابی رسول ﷺ ہیں۔

معلوم ہوا کہ اس روایت کے تمام روات ثقہ یا صدوق ہیں۔

اس حدیث کو صحیح کہنے والے محدثین:

اور امام ابوعبداللہ الحاکمؒ (م۴۰۵ھ) اور حافظ ذہبیؒ (م۷۴۸ھ) نے اس حدیث کو "هذا حديث صحيح على شرط الشيخين" قرار دیا ہے۔ (المستدرک للحاکم: ج۲: ص۲۵۳، حدیث نمبر ۲۹۱۳)،

محدث نیمویؒ (م۱۳۲۲ھ) کہتے ہیں کہ "اسناده صحيح"۔ (آثار السنن: ص۱۰۲)،

نوٹ:

سلمۃ بن کہیل بن حصینؒ سے امام سفیان ثوریؒ (م۱۶۱ھ) وغیرہ نے حضرت وائلؓ سے یہی روایت "مد بها صوته" کے الفاظ سے ذکر کی ہے۔ روایت کے اختلاف کی وجہ سے، شعبہؒ کی اس روایت پر ائمہ نے اعتراضات کئے ہیں، جن کو مع جوابات ملاحظہ فرمائیں:

ائمہ کے اعتراضات:

- قال الامام محمد بن إسماعيل البخاری رحمہ اللہ (م۲۵۶ھ): حديث سفيان الثوري, عن سلمة بن كهيل في هذا الباب أصح من حديث شعبة, و شعبة أخطأ في هذا الحديث في مواضع قال: عن سلمة بن كهيل, عن حجر أبي العنبس, وإنما هو حجر بن عنبس و كنيته أبو السكن, وزاد فيه عن علقمة بن وائل, وإنما هو حجر بن عنبس, عن وائل بن حجر, ليس فيه علقمة, وقال: وخفض بها صوته, والصحيح أنه جهر بها۔

- قال الامام مسلم بن الحجاج رحمہ اللہ (م۲۶۱ھ): أخطأ شعبة في هذه الرواية حين قال: وأخفى صوته۔ (التمييز لمسلم: ص۱۸۰)

- قال الحافظ أبو زرعة الرازی رحمہ اللہ (م۲۶۴ھ): حديث سفيان أصح من حديث شعبة, وقد رواه العلاء بن صالح [عن سلمة بن كهيل نحو رواية سفيان]۔ (علل الكبير للترمذی، سنن الترمذی)

- قال الامام ابو بكر الاثرم رحمہ اللہ (م۲۷۳ھ): وروى شعبة عن سلمة بن كهيل عن حجر بن عنبس عن وائل بن حجر: أن النبي صلى الله عليه وسلم لما قال: ((ولا الضالين))، قال: ((آمين))، يخفيها [يمد] بها

صوته. فاضطرب شعبة في هذا الحديث في إسناده، وفي كلامه: قال مرة: عن سلمة عن حجر عن وائل، وقال مرة: عن سلمة عن حجر بن عنبس عن علقمة بن وائل أو عن وائل، وقال مرة: عن سلمة عن حجر عن علقمة بن وائل عن أبيه. ورواه سفيان فلم يضطرب في إسناده ولا في الكلام۔ (ناسخ الحديث والمنسوخه: ص ۱۳۵)

- قال الامام ابو الحسن الدارقطنی علیہ السلام (م ۳۸۵ھ): يقال: إنه وهم فيه لأن سفيان الثوري, ومحمد بن سلمة بن كهيل وغيرهما, رووه عن سلمة, فقالوا: ورفع صوته بآمين وهو الصواب۔ (سنن الدارقطنی: حدیث نمبر ۱۲۷۰)

- قال الامام ابو بکر البیهقی علیہ السلام (م ۴۵۸ھ): وقد أجمع الحفاظ: محمد بن إسماعيل البخاري وغيره، على أنه أخطأ في ذلك، فقد رواه: العلاء بن صالح، ومحمد بن سلمة بن كهيل، عن سلمة، بمعنى رواية سفيان۔ (معرفة السنن والآثار للبیهقی: ج ۲: ص ۳۹۱)

* وقال ایضاً: وقد روى أبو الوليد الطيالسي - وهو من الثقات - عن شعبة بوفاق الثوري في متنه:

أخبرناه أبو عبد الله الحافظ في الفوائد الكبير لأبي العباس وفي حديث شعبة، ثنا أبو العباس محمد بن يعقوب، ثنا إبراهيم بن مرزوق البصري، ثنا أبو الوليد، ثنا شعبة، عن سلمة بن كهيل، قال: سمعت أبا عنبس يحدث عن وائل الحضرمي، أنه صلى خلف النبي - صلى الله عليه وسلم - فلما قال: {ولا الضالين}، قال: "آمين" رافعا بها صوته۔

فيحتمل أن يكون شعبة - رحمه الله - تنبه لذلك، فعاد إلى الصواب في متنه، وترك ذكر علقمة في إسناده، والله أعلم۔ (الخلافيات للبیهقی: ج ۲: ص ۳۲۰)

- قال الامام ابو الحسن ابن القطان الفاسی علیہ السلام (م ۶۲۸ھ): وهذا الحديث فيه أربعة أمور:

أحدها: اختلاف شعبة وسفيان في "خفض ورفع"، فسفيان يقول: "مد بها صوته" وشعبة يقول: "خفض بها صوته".

والثاني: اختلافهما في حجر، فشعبة يقول فيه: حجر أبو العنبس، والثوري يقول: حجر بن عنبس،

وصوب البخاري، وأبو زرعة، قول الثوري، ولا أدري لم لا يصوب قولهما جميعا حتى يكون حجر بن عنبس أبا العنبس، اللهم إلا أن يكونا - أعني البخاري وأبا زرعة - قد علما له كنية أخرى. وإلى ذلك فإنه لا تعرف حاله۔

وهذا هو الثالث، فإن المستور الذي روى عنه أكثر من واحد، مختلف في قبول حديثه ورده، للاختلاف الذي في أصل ابتغاء مزيد العدالة بعد الإسلام.

والرابع: أنهما - أعني الثوري وشعبة - اختلفا أيضا في شيء آخر، وهو أن جعله الثوري من رواية حجر عن وائل، وجعله شعبة من رواية حجر عن علقمة بن وائل۔ (بيان الوهم والایهام: ج۳: ص ۳۷۵)

- قال شیخ جمال محمد السید:

وقد أُعِلَّ هذا الحديث بأربعة أمور ذكرها ابن القطان، ولخصها ابن القَيِّم في (تهذيب السنن) وهي:

الأول: مخالفة شعبة سفيان حيث قال: "وخَفَضَ بها صَوْتَهُ".

الثاني: اختلافهما كذلك في اسم "حجر" فسفيان يقول: "حجر ابن عَنَبَس" وشعبة يقول: "حجر أبو العَنَبَس". وقال البخاري: "الصواب: أبو السَّكَن".

الثالث: زاد شعبة في إسناده "علقمة بن وائل" بين حجر بن عنبس، ووائل بن حجر.

الرابع: جهالة حال حجر بن عنبس۔ (ابن قيم الجوزية وجهوده في خدمة السنة النبوية وعلومها: ج ۲: ص ۲٦٠)

ان عبارات میں موجود اعتراضات کا خلاصہ یہ ہیں:

(۱) شعبہؒ کی روایت میں حجر ابوالعنبس ہے، جب کہ صحیح حجر بن عنبسؒ ہے اور ان کی کنیت ابوالسکن ہے۔

(۲) شعبہ کی سند میں وائل بن حجر اور حجر بن عنبسؒ کے درمیان علقمہ بن وائل کا اضافہ ہے، جب کہ سفیان ثوری نہیں ذکر کرتے۔ نیز شعبہؒ کی اسانید میں اضطراب ہے، جیسا کہ ابوبکر الاثرمؒ کا دعوی ہے۔

(۳) حجر بن عنبس مجہول حال ہے۔

(۴) شعبہؒ کی روایت میں آہستہ آمین کہنے کا ذکر ہے، جب کہ سفیان ثوریؒ کی روایت میں زور سے آمین کہنے کا ذکر ہے، پھر سفیان ثوریؒ کے متابع بھی موجود ہیں۔ لہذا شعبہؒ کی روایت وہم ہے۔

(۵)　ابوالولید الطیالسی عن شعبۃ کے ایک طریق میں سفیان ثوریؒ کی روایت کی طرح زور سے آمین کہنے کا ذکر ہے، لہذا شعبہؒ کا اپنے آہستہ آمین کہنے والی روایت سے رجوع ہونے کا احتمال ہے۔

اب ان کے ترتیب وار جوابات ملاحظہ فرمائیں:

اعتراض نمبر ''۱'' کا جواب:

امام بخاریؒ (م ۲۵۶ھ) کا اعتراض: ''کہ شعبہؒ کی روایت میں حجر ابوالعنبس ہے، جب کہ صحیح حجر بن عنبسؒ ہے اور ان کی کنیت ابوالسکن ہے''، صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ جمہور ائمہ کے نزدیک، ان کی کنیت ابوالعنبس ہی ہے، جب کہ بعض نے تطبیق فرمائی ہے کہ دونوں ہی ان کی کنیت ہوسکتی ہے۔ واللہ اعلم، تفصیل درج ذیل ہیں:

- امام ابوالحسین، مسلم بن الحجاجؒ (م ۲۶۱ھ) فرماتے ہیں کہ

''أبو العنبس حجر بن عنبس سمع عليا، روى عنه سلمة بن كهيل''۔

- امام عبدالرحمٰن بن ابی حاتم الرازیؒ (م ۳۲۷ھ) فرماتے ہیں کہ

''حجر بن عنبس أبو السكن، ويقال أبو العنبس روى عن علي وكان قد شرب الدم في الجاهلية وشهد مع علي الجمل وصفين روى عنه سلمة بن كهيل وموسى بن قيس الحضرمي سمعت أبي يقول ذلك''۔

- حافظ ابن حبانؒ (م ۳۵۴ھ) کہتے ہیں کہ

''حجر بن عنبس أبو العنبس من أهل الكوفة يروي عن علقمة بن وائل روى عنه سلمة بن كهيل''۔

(کتاب الثقات لابن حبان: ج۶: ص ۲۳۴)

* ایک اور مقام پر فرماتے ہیں کہ

''حجر بن عنبس أبو السكن الكوفي وهو الذي يقال له حجر أبو العنبس يروي عن علي ووائل بن حجر روى عنه سلمة بن كهيل''۔ (کتاب الثقات لابن حبان: ج۴: ص ۱۷۷)

- امام ابوالحسن الدارقطنیؒ (م ۳۸۵ھ) فرماتے ہیں کہ

''أبو العَنْبَس حُجْر بن عَنْبَس، سمع عَلِيّ بن أبي طالب، ووَائِل بن حُجْر، رَوَى عَنْه سَلَمَة بن كُهَيْل، وموسى بن قَيْس الحَضْرَمِيّ''۔ (المؤتَلِف والمختَلِف للدارقطنی: ج۳: ص ۱۵۳۶)

- حافظ المغرب، امام ابن عبد البرؒ (م ٤٦٣ھ) فرماتے ہیں کہ

''أبو العَنْبس، حُجْر بن عنبس، کوفی، وقد قیل: ان حجر بن عنبس یکنی أبا السکن والأول أکثر''۔(الاستغناء في معرفة المشهورين من حملة العلم بالكنى: ج٢:ص٨٣٩)

- حافظ عز الدین، ابن الاثیر الجزریؒ (م ٦٣٠ھ) کہتے ہیں کہ

''حجر بُن العنبس وقيل ابن قيس أَبو العنبس الكوفي، وقيل يكنى أبا السكن''۔(اسد الغابة: ج١: ص٦٩٨)

- حافظ جمال الدین المزیؒ (م ٧٤٢ھ) کہتے ہیں کہ

''حجر بن العنبس الحضرمي، أَبو العنبس، ويُقال: أَبو السكن، الكوفي''۔(تہذیب الکمال: ج٥:ص ٤٧٤)

- حافظ شمس الدین الذہبیؒ (م ٧٤٨ھ) کہتے ہیں کہ

''أبو العَنْبَس: حُجر بن عَنْبَس الكوفي، مخضرم، سمع علياً، وقيل: أبو السكن''۔(المقتنى فی سرد الکنی للذهبی: رقم ٤٧٩٨)

- حافظ علاء الدین مغلطائی بن قلیج المصریؒ (م ٧٦٢ھ) کہتے ہیں کہ

''حجر بن العنبس - وقيل: بن قيس -، أبو العنبس الكوفي''۔(الإنابة إلى معرفة المختلف فيهم من الصحابة: ج١:ص١٥٤)

- حافظ ابو الفضل، ابن حجر عسقلانیؒ (م ٨٥٢ھ) کہتے ہیں کہ

''حجر "بن العنبس الحضرمي أبو العنبس ويقال أبو السكن الكوفي''۔(تقریب: رقم ٣٩٣)

یہی وجہ ہے کہ محدث الہند فی عصرہ، خلیل احمد سہارنپوریؒ (م ١٣٤٦ھ) فرماتے ہیں کہ

''وقد علمت بما تقدم أن هذا ليس بخطأ, لأنه كما هو ابن العنبس كذلك هو أبو العنبس، وكما يكنى أبا السكن كذلك يكنى أبا العنبس''۔

پچھلی باتوں سے آپ نے جان لیا کہ یہ خطا نہیں ہے، اس لئے کہ جیسے وہ ابن العنبس ہیں اسی طرح وہ ابو العنبس بھی

ہیں، اور جیسے ان کی کنیت ابوالسکن ہے اسی طرح ان کی کنیت ابوالعنبس بھی ہے۔(بذل المجهود: ج ۴: ص ۴۳۶)

* اسی طرح، حافظ ابوحفص، ابن الملقنؒ (م ۸۰۴ھ) فرماتے ہیں کہ

''قد أسلفنا أن تلك كنية له أيضا فلا خطأ إذا''۔(البدر المنير : ج ۳: ص ۵۸۱)

* حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) کہتے ہیں کہ

''ولا مانع أن يكون له كنيتان''۔(التلخيص الحبير : ج ۱: ص ۵۸۲)

معلوم ہوا کہ شعبہؒ کی روایت میں حجر ابوالعنبس کا ذکر خطاء نہیں، بلکہ صحیح ہے،

<u>اعتراض نمبر ''۲'' کا جواب:</u>

شعبہ کی سند میں وائل بن حجر اور حجر بن عنبسؒ کے درمیان علقمہ بن وائل کے اضافے کو خطاء اور ان کی اسانید میں اضطراب کا دعوی کرنا بھی غیر صحیح ہے، کیونکہ محدث خلیل احمد سہارنپوریؒ (م ۱۳۴۶ھ) فرماتے ہیں کہ

''زيادة الثقة مقبولة ولا يستبعد أن تكون رواية حجر عنهما جميعًا، فروى بواسطة علقمة بالنزول، ثم روى عن أبيه بلا واسطة''۔

- حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) کہتے ہیں کہ

''لم يقف ابن القطان على ما رواه أبو مسلم الكجي في سننه حدثنا عمرو بن مرزوق ثنا شعبة عن سلمة بن كهيل عن حجر عن علقمة بن وائل عن وائل قال: وقد سمعه حجر من وائل قال صلى النبي صلى الله عليه وسلم فذكر الحديث وهكذا رواه أبو داود الطيالسي في مسنده عن شعبة عن سلمة سمعت حجرا أبا العنبس سمعت علقمة بن وائل عن وائل قال: وسمعته من وائل فبهذا تنتفي وجوه الاضطراب عن هذا الحديث''۔

ابن القطانؒ اس روایت پر مطلع نہیں ہوئے جو ابو مسلم کجیؒ نے اپنی سنن میں نقل کی ہے کہ عمرو بن مرزوقؒ، شعبہؒ سے اور وہ علقمہ بن وائلؒ سے، اور علقمہؒ، وائلؓ سے روایت کرتے ہیں، (ابو مسلم الکجیؒ) کہتے ہیں: کہ حجرؒ نے یہ حدیث وائلؓ سے بھی نقل کی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے نماز پڑھی الحدیث، اور اسی طرح ابوداؤد الطیالسیؒ نے اپنی مسند میں شعبہ عن سلمہ کی سند سے نقل کیا ہے، انہوں نے حجر ابوالعنبسؒ سے انہوں نے علقمہؒ سے اور انہوں نے حضرت وائلؓ سے سنا، وہ (حجر ابوالعنبسؒ) کہتے ہیں کہ میں نے یہ حدیث (براہ راست خود) حضرت وائلؓ سے بھی سنی ہے، پس اس طرح اس حدیث سے اضطراب کی

وجوہات منتفی ہوجاتی ہیں ۔(التلخیص الحبیر : ج:۱:ص ۵۸۲)

- حافظ ابو حفص، ابن الملقنؒ (م ۸۰۴ھ) فرماتے ہیں کہ

''قلت: يحتمل أنه سمعه مرة من وائل، ومرة من علقمة، عن وائل، فرواه عن هذا مرة، وعن الآخر مرة أخرى، وقد صرح بذلك (الكجي) في سننه فقال: نا عمرو بن مرزوق، أنا شعبة، عن سلمة بن كهيل، عن حجر، عن علقمة بن وائل، عن وائل قال: وسمعه حجر (من) وائل قال: صلى النبي - صلى الله عليه وسلم - ... الحديث، قال: وأخفى بها صوته''۔(البدر المنیر : ج ۳:ص ۵۸۴)

- شیخ احمد شاکرؒ (م ۱۳۷۷ھ) کہتے ہیں کہ

''وأما زيادة علقمة بن وائل في الإسناد فليست خطأ أيضا بل هي صواب لأنّ حجرا سمع الحديث من علقمة ومن أبيه معا''۔(سنن الترمذی بتحقیق شاکر: ج ۲:ص ۲۹)

- اور حافظ علاء الدین المغلطائیؒ (م ۷۶۲ھ) بھی فرماتے ہیں کہ

''عيينة أبا بدخول علقمة بينهما، وليس بعيب على ما ذكره الكجي في مسنده فإنه ماذكر رواية حجر عن علقمة قال: وقد سمعه أيضاً حجر من وائل''۔(شرح ابن ماجہ للمغلطائی: ص ۱۴۴۹)

لہذا شعبہ کی سند میں وائل بن حجر اور حجر بن عنبسؒ کے درمیان علقمۃ بن وائل کے اضافے کو خطاء اور ان کی اسانید میں اضطراب کا دعوی بھی غیر صحیح ہے۔

<u>اعتراض نمبر ''۳'' کا جواب:</u>

ابن القطانؒ کا اعتراض: ''حجر بن عنبس مجہول حال ہے'' بھی غیر صحیح ہے، ان کے جواب میں حافظ ابن الملقنؒ (م ۸۰۴ھ) کہتے ہیں کہ

''عجيب منه في هذا فإنه ثقة مشهور''۔(البدر المنیر : ج ۳:ص ۵۸۳)

- اسی طرح، حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) فرماتے ہیں کہ

''أعله ابن القطان بحجر بن عنبس وأنه لا يعرف وأخطأ في ذلك بل هو ثقة معروف قيل له صحبة ووثقه يحيى بن معين وغيره''۔(التلخیص الحبیر : ج ۱:ص ۵۸۱)

- اور حافظ علاء الدین المغلطائیؒ (م ٧٦٢ھ) کہتے ہیں کہ

''حجر هذا ليس مجهول الحال ولا العين، أما عينه، فروى عنه سلمة وموسى بن قي الحضرمي والمغيرة بن أبي الحر الكندي، وأما حاله فذكره ابن الأثير في الصحابة وقال: آمن بالنبي صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ في حياته وذكره ابن الجوزي وغيره في المختلف في صحبتهم.

ولما ذكره البغوي في الصحابة قال: كان أكل الدم في الجاهلية وشهد مع علي الجمل وصفين، وليس له عن النبي صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غير خطب أبو بكر وعمر وفاطمة، ولا أحسبه سمع من النبي صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وقال أبو بكر الخطيب: صار مع علي إلى الهرون وورد اللمدائن في صحبته وهو ثقة احتج بحديثه غير واحد من الأئمة، وذكره ابن حبان في الثقات۔۔۔۔۔ وقال يحيى بن معين: هو كوفي ثقة مشهور''۔(شرح ابن ماجہ للمغلطائی:ص ١٤٤٨-١٤٤٩)

لہذا حجر بن عنبسؒ ثقہ ہیں۔

اعتراض نمبر ''٤'' کا جواب:

شعبۃ بن الحجاجؒ (م ١٦٠ھ) کی روایت میں آہستہ آمین کہنے کا ذکر ہے، جب کہ سفیان ثوریؒ (م ١٦١ھ) نے یہی روایت سلمۃ بن کہیلؒ سے ہی نقل کی اور زور سے آمین کہنے کے الفاظ ذکر کیے ہے۔

اور ائمہ حفاظ نے شعبہ کی روایت کو وہم قرار دیا ہے، کیونکہ شعبہؒ (م ١٦٠ھ) کے مقابلے، سفیان ثوریؒ (م ١٦١ھ) احفظ ہیں اور سفیان کے متابع بھی موجود ہیں۔

مگر سفیانؒ کی روایت کے خلاف ہونے کی وجہ سے، شعبہ کی روایت کو وہم قرار دینا قابل غور ہے، کیونکہ شعبہؒ اور سفیان ثوریؒ کی روایت میں تطبیق و جمع ممکن ہے، اور جب تطبیق و جمع ممکن ہو، تو تطبیق ہی راجح اور ترجیح پر مقدم ہوگی۔(الاجوبة الفاضلة للکنوی:ص ١٩٦)

اور یہاں تطبیق کی صورت یہ ہے کہ شعبہؒ (م ١٦٠ھ) کی روایت عام حالات پر محمول ہے، جب کہ سفیان ثوریؒ (م ١٦١ھ) تعلیماً زور سے آمین کہنے پر محمول ہے۔اس پر دلیل حافظ ابو بشر الدولابیؒ (م ٣١٠ھ) کی روایت ہے، جو کہ ''الکنی والأسماء'' میں موجود ہے، چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ

حدثنا الحسن بن علي بن عفان قال: حدثنا الحسن بن عطية قال: أنبأ يحيى بن سلمة بن كهيل، عن أبيه، عن أبي سكن حجر بن عنبس الثقفي قال: سمعت وائل بن حجر الحضرمي يقول: " رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم حين فرغ من الصلاة حتى رأيت خده من هذا الجانب ومن هذا الجانب وقرأ {غير المغضوب عليهم ولا الضالين} فقال: آمين يمد بها صوته ما أراه إلا يعلمنا۔

حضرت وائلؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا جب آپ نماز سے فارغ ہوئے، یہاں تک کہ میں نے آپ کے رخسار مبارک دیکھے اس جانب اور اس جانب، اور آپ نے **غیر المغضوب علیہم** والا الضالین پڑھا تو آمین کہا اور یہ کہتے ہوئے آپ نے اپنی آواز کو کھینچا، میرے خیال میں آپ ہمیں تعلیم فرما رہے تھے۔ **(الکنی والاسماء للدولابی: ج ۲: ص ۶۱۰)**

سند کی تحقیق:

(۱) ابو بشر الدولابیؒ (م ۳۱۰ھ) مشہور صدوق، حافظ الحدیث ہیں۔ **(مجلہ الاجماع: ش ۲: ص ۴)**

(۲) حسن بن علی بن عفان العامریؒ (م ۲۷۰ھ) سنن ابن ماجہ کے راوی اور ثقہ ہیں۔ **(تحریر تقریب التہذیب: رقم ۱۲۶۱)**

(۳) حسن بن عطیۃ بن نجیح القرشیؒ (م ۲۱۱ھ) سنن ترمذی کے راوی اور صدوق ہیں۔ **(تقریب: رقم ۱۲۵۷)**

(۴) یحیی بن سلمۃ بن کہیلؒ پر کلام ہے۔

- حافظ ابن حبانؒ (م ۳۵۴ھ) کہتے ہیں کہ

''وقد روى ابنه إسماعيل بن يحيى عنه، منكر الحديث جدا، يروي عن أبيه أشياء لا تشبه حديث الثقات، كأنه ليس من حديث أبيه، فلما أكثر عن أبيه ما خالف الأثبات بطل الاحتجاج به فيما وافق الثقات''۔ (المجروحین: رقم ۱۱۹۶)

ان کے علاوہ اور بھی علماء نے کہا کہ انہوں نے اپنے والد سے مناکیر نقل کی ہے۔

مگر ان کا جواب خود حافظ ابن حبانؒ (م ۳۵۴ھ) نے ''کتاب الثقات'' میں دے دیا ہے، چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ

''في أحاديث ابنه إبراهيم بن يحيى عنه مناكير''۔(كتاب الثقات لابن حبان: ج۷: ص۵۹۵)

یعنی ان کی روایات میں مناکیر، ان کے بیٹے کی وجہ سے واقع ہوئی ہیں۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ حافظ نور الدین الہیثمیؒ (م۸۰۷ھ) فرماتے ہیں کہ

''رواه الطبراني في الأوسط، وفيه يحيى بن سلمة بن كهيل، ضعفه الجمهور، ووثقه ابن حبان، وقال: في أحاديث ابنه عنه مناكير. قلت: ليس هذا من رواية ابنه عنه''۔(مجمع الزوائد: حدیث نمبر ۱۱۶۴۲)

اسی طرح، امام ابوعبداللہ الحاکمؒ (م۴۰۵ھ) کہتے ہیں کہ

''وترك حديث يحيى بن سلمة عن أبيه من المحالات التي يردها العقل؛ فإنه لا خلاف أنه من أهل الصنعة فلا ينكر لأبيه أن يخصه بأحاديث ينفرد بها''۔(المستدرک للحاکم: ج۴: ص۶۵۰، حدیث نمبر ۸۷۹۶)

اور مخالفت کی صورت میں خود امام حاکمؒ (م۴۰۵ھ) فرماتے ہیں کہ

''هذا حديث صحيح محفوظ من حديث الثوري، عن سلمة بن كهيل وعمران بن الحكم السلمي تابعي كبير محتج به، وإنما أهملا هذا الحديث - والله أعلم - لخلاف وقع من يحيى بن سلمة بن كهيل في إسناده ويحيى كثير الوهم على أبيه''۔(المستدرک للحاکم: ج۱: ص۱۲۰، حدیث نمبر ۱۷۵)

یعنی امام حاکمؒ (م۴۰۵ھ) کے نزدیک ''يحيى بن سلمة عن أبيه'' کی سند مخالفت کی صورت میں ضعیف ہوگی، نہ کہ تفرد کی صورت میں۔

- امام ابن خزیمہؒ (م۳۱۱ھ) کے شرط ''بنقل العدل، عن العدل'' کے مطابق، یحیی بن سلمۃ بن کہیلؒ ان کے نزدیک عادل ہیں۔ (صحیح ابن خزیمہ: حدیث نمبر ۶۲۸، نیز دیکھئے ج۱: ص۳)

- امام ابوالحسن العجلیؒ (م۲۶۱ھ) نے ان کو ''معرفة الثقات'' میں شمار کیا ہے اور کہا کہ ''ضعيف الحديث، وكان يغلو في التشيع''۔(معرفة الثقات للعجلى: رقم ۱۹۷۹)

- امام ترمذیؒ (م۲۷۹ھ) اور امام ابوعلی الطوسیؒ (م۳۱۲ھ) فرماتے ہیں کہ ''يحيى بن سلمة يضعف في الحديث''۔(سنن الترمذی: حدیث نمبر ۳۸۰۵، اکمال تہذیب الکمال: ج۱۲: ص۳۲۲)

- تاریخ الاسلام میں حافظ ذہبیؒ (م۷۴۸ھ) کہتے ہیں کہ ''فيه ضعف''۔(ج۴: ص۵۴۱)

- حافظ ابن عدیؒ (م ۳۶۵ھ) فرماتے ہیں کہ ''ومع ضعفه يكتب حديثه''۔(الکامل لابن عدی: ج ۹: ص ۲۳)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ يحيي بن سلمة بن کہیل ضعیف ہیں اور ان کی روایت کو متابع میں لیا جاسکتا ہے۔

(۵) سلمۃ بن کہیلؒ،

(۶) حجر بن العنبس الحضرمیؒ کی توثیق گزر چکی۔

(۷) وائل بن حجرؓ مشہور صحابی رسول ﷺ ہیں۔

معلوم ہوا کہ اس سند کے تمام روات ثقہ یا صدوق ہیں، البتہ يحيي بن سلمة بن کہیل ضعیف ہیں اور ان کی روایت کو متابعت میں لیا جاسکتا ہے۔ واللہ اعلم

ضعیف احادیث سے بہرحال ترجیح حاصل ہوسکتی ہے۔ چنانچہ حافظ المشرق، امام خطیب بغدادیؒ (م ۴۶۳ھ) فرماتے ہیں کہ

ومنهم من قال: لا فرق بين مرسل سعيد بن المسيب وبين مرسل غيره من التابعين, وإنما رجح الشافعي به والترجيح بالمرسل صحيح, وإن كان لا يجوز أن يحتج به على إثبات الحكم, وهذا هو الصحيح من القولين عندنا۔

بعض محدثین کا کہنا ہے کہ سعید بن المسیب اور دوسرے تابعین کی مرسل میں کوئی فرق نہیں، امام شافعیؒ نے اس کے ذریعہ ترجیح دی ہے، اور مرسل کے ذریعہ ترجیح دینا صحیح ہے، اگرچہ اس سے کسی حکم کے اثبات پر استدلال کرنا جائز نہیں، دونوں قولوں میں سے ہمارے نزدیک صحیح قول یہی ہے۔(**الكفاية في معرفة أصول علم الرواية: ج ۲: ص ۲۱۵، ت ماہر یاسین الفحل**)

یعنی امام محمد بن ادریس الشافعیؒ (م ۲۰۴ھ) اور امام خطیب بغدادیؒ (م ۴۶۳ھ) کے نزدیک، مرسل [ضعیف حدیث] سے ترجیح حاصل ہوسکتی ہے۔

اور اس حدیث سے، ترجیح یہ حاصل ہوتی ہے کہ شعبہؒ (م ۱۶۰ھ) کی روایت عام حالات پر محمول ہوگی، جب کہ سفیان ثوریؒ (م ۱۶۱ھ) کی روایت تعلیماً زور سے آمین کہنے پر محمول ہے۔

اور پھر مشہور ثقہ، جلیل، امام ابو عمرو، عبدالرحمٰن بن عمرو الاوزاعیؒ (م ۱۵۷ھ) کی بھی یہی رائے ہے، چنانچہ امام ابو

محمد، حرب بن اسماعیل الکرمانیؒ (م ۲۸۰ھ) فرماتے ہیں کہ

حدثنا محمد بن الوزير، قال: ثنا الوليد بن مسلم، قال: سألت أبا عمرو الأوزاعي عن الجهر بـ: آمين؟ قال: نعم، ولكنها تركت۔

ولید بن مسلمؒ کہتے ہیں کہ میں نے امام اوزاعی سے زور سے آمین کہنے کے بارے میں پوچھا تو آپ نے کہا: ہاں، لیکن یہ چھوڑ دی گئی ہے۔ **(مسائل حرب الکرمانی: ص ۴۱۹، حدیث نمبر ۸۶۸، ت السریع)**

سند کی تحقیق:

(۱) ابومحمد، حرب بن اسماعیل الکرمانیؒ (م ۲۸۰ھ) ثقہ، حافظ، نبیل ہیں۔ **(تسهيل السابلة لمريد معرفة الحنابلة ويليه فائت التسهيل للشيخ صالح بن عبد العزيز: ج ۱: ص ۲۲۷، ت ابوزید، بکر بن عبداللہ)**

(۲) محمد بن الوزیر، ابوعبداللہ الدمشقیؒ (م ۲۵۰ھ) سنن ابوداود کے راوی اور ثقہ ہیں۔ **(تقریب: رقم ۶۳۶۹)**

(۳) الولید بن مسلم القرشیؒ (م ۱۹۵ھ) کتب ستہ کے راوی اور صدوق، مدلس ہیں۔ **(تقریب: رقم ۷۴۵۶)**

(۴) امام ابوعمرو، عبدالرحمٰن بن عمرو الاوزاعیؒ (م ۱۵۷ھ) بھی کتب ستہ کے راوی اور ثقہ، امام، جلیل اور فقیہ ہیں۔ **(تقریب: رقم ۳۹۶۷)**

یعنی یہ سند حسن ہے۔ واللہ اعلم

معلوم ہوا کہ امام الاوزاعیؒ (م ۱۵۷ھ) کے نزدیک، آمین بالجہر بالآخر ترک کر دیا گیا تھا۔

احناف کا بھی یہی کہنا ہے کہ آمین بالجہر تعلیماً کہا گیا تھا اور بعد اس کو ترک کر دیا گیا۔ **(دیکھئے: ص ۳۵)** واللہ اعلم

نوٹ:

ثقہ، ثبت، حافظ، امام شعبۃ بن الحجاجؒ (م ۱۶۰ھ) سے یہ روایت ''خفض بها صوته'' یا ''أخفى بها صوته'' کے الفاظ کے ساتھ، ثقہ ائمہ کی ایک جماعت: مثلاً أثبت الناس في شعبة، أحفظ أصحاب شعبة، أحد الأثبات المتقنين من أصحاب شعبة، محمد بن جعفر المعروف بغندرؒ (م ۱۹۴ھ)، امام یحیی بن سعید القطانؒ (م ۱۹۸ھ)، عبدالرحمٰن بن مہدیؒ (م ۱۹۸ھ)، امام ابوداود الطیالسیؒ (م ۲۰۴ھ) وغیرہ نے بیان کئے ہیں۔ **(التمییز لمسلم: ص ۱۸۰، مسند ابی داود الطیالسی: ج ۲: ص ۳۶۰، مسند الامام احمد: حدیث نمبر ۱۸۸۴۳)**

مگر ان ثقہ، ثبت، ائمہ کے مقابلے میں امام البیہقیؒ (م ۴۵۸ھ) نے ایک روایت ذکر کی ہے، جس میں امام شعبہؒ (م ۱۶۰ھ) کے ہی طریق سے "رافعا بها صوته" کے الفاظ مروی ہیں۔ (**الخلافیات للبیہقی: ج ۲: ص ۳۲۰**)

اعتراض نمبر "۵" کا جواب:

لہذا یہ "رافعا بها صوته" والا، امام شعبہؒ (م ۱۶۰ھ) کا طریق، ثقہ، ثبت بلکہ **ثبت الناس في شعبة أحفظ أصحاب شعبة، أحد الأثبات المتقنين من أصحاب شعبة** وغیرہ کے طرق کے مخالف ہونے کی وجہ سے مرجوح ہے۔

چنانچہ محدث خلیل احمد سہارنپوریؒ (م ۱۳۴۶ھ) فرماتے ہیں کہ

قلت: هذه رواية شاذة عن شعبة تفرد بها أبو الوليد، وعنه إبراهيم بن مرزوق، وخالفه غير واحد من أصحاب شعبة، كأبي داود الطيالسي ومحمد بن جعفر ويزيد بن زريع وعمرو بن مرزوق وغيرهم كلهم عن شعبة، وقالوا فيه: "وأخفى بها صوته، أو خفض بها صوته"، ومع ذلك إبراهيم بن مرزوق البصري عمي قبل موته، فكان يخطئ ولا يرجع كما في "التقريب" وغيره۔

میں کہتا ہوں شعبہ سے یہ روایت شاذ ہے، اس کے روایت میں ابوالولید اور ان (ابوالولید) سے اس (روایت) کو نقل کرنے میں ابراہیم بن مرزوق منفرد ہیں، جبکہ شعبہؒ کے بہت سے شاگرد، جیسے ابوداؤد الطیالسی، محمد بن جعفر، یزید بن زریع، عمرو بن مرزوق وغیرہ، ان تمام لوگوں نے ان کے برخلاف الفاظ نقل کئے ہیں، انہوں نے اس حدیث میں "أخفى بها صوته" یا "خفض بها صوته" کے الفاظ کہے ہیں، مزید یہ کہ ابراہیم بن مرزوق اپنی وفات سے پہلے نابینا ہو گئے تھے، پس وہ خطا کرتے تھے اور رجوع نہیں کرتے تھے، جیسا کہ تقریب وغیرہ میں ہے۔ (**بذل المجہود: ج ۴: ص ۴۴۷**)

- محدث محمد بن علی النیمویؒ (م ۱۳۲۲ھ) کہتے ہیں کہ

هذه رواية شاذة تفرد بها أبو الوليد وعنه إبراهيم بن مرزوق وخالفه غير واحد من أصحاب شعبة كأبي داود الطيالسي ومحمد بن جعفر ويزيد بن زريع وعمرو ابن مرزوق وغيرهم كلهم عن شعبة وقالوا فيه: أخفي بها صوته أو خفض بها صوته ومع ذلك إبراهيم بن مرزوق البصري عمى قبل موته فكان يخطىء ولا يرجع كما في "التقريب" وغيره۔ (آثار السنن: ص ۱۰۴، طبع مکتبہ حقانیہ)

- یہی بات محدث ظفر احمد عثمانیؒ (م ۱۳۹۴ھ) نے بھی نقل کی ہے۔ (**اعلاء السنن: ج ۲: ص ۷۴۷**)

لہذا یہ ''رافعا بها صوته'' والا، امام شعبہؒ (م ۱۶۰ھ) کا طریق مرجوح ہے۔

دیگر تائیدات:

امام شعبہؒ (م ۱۶۰ھ) کی روایت کی تائید میں قرآن، حدیث اور اصحاب رسول ﷺ کا عمل بھی موجود ہے، تفصیل درج ذیل ہیں:

تائید نمبر ۱:

- آمین کہنا، دعاء ہے۔ چنانچہ امام عطاء بن ابی رباحؒ (م ۱۱۴ھ) کہتے ہیں کہ

''آمین دعاء''۔

آمین دعاء ہے۔ (**صحیح بخاری: ج۱: ص۱۵۶، باب جهر الإمام بالتأمين، مصنف عبد الرزاق: حدیث نمبر ۲۶۴۰**)[۱]

کیونکہ ''و معنى آمين: اللهم استجب'' آمین کا معنی ہے کہ اے اللہ! اس [دعاء] کو قبول فرما، **کما قال العز بن عبد السلام**۔

- اسی طرح مشہور، مفسر، امام ابو جعفر النحاسؒ (م ۳۳۸ھ)، امام ابو المظفر السمعانیؒ (م ۴۸۹ھ) امام ابو محمد البغویؒ (م ۵۱۶ھ) وغیرہ حضرات فرماتے ہیں کہ

''التأمين: دُعَاء''

آمین کہنا دعاء ہے۔ (**معانی القرآن للنحاس: ج ۳: ص ۳۱۲، تفسیر السمعانی: ج ۲: ص ۴۰۱، تفسیر البغوی: ج ۴: ص ۱۴۷**)

---

(۱) امام عطاءؒ (م ۱۱۴ھ) کا یہ قول، تعلیقاً صحیح بخاری میں مروی ہے اور اس کی مکمل سند، مصنف عبد الرزاق میں ہے۔ چنانچہ امام عبد الرزاقؒ (م ۲۱۱ھ) کہتے ہیں کہ

عن ابن جريج، عن عطاء قال: قلت له: أكان ابن الزبير يؤمن على إثر أم القرآن؟ قال: نعم، ويؤمن من وراءه حتى أن للمسجد للجة، ثم قال: إنما آمين دعاء وكان أبو هريرة يدخل المسجد وقد قام الإمام قبله، فيقول: لا تسبقني بآمين۔ (مصنف عبد الرزاق: حدیث نمبر ۲۶۴۰)، اس کی سند شیخین کی شرط پر صحیح ہے۔

- حافظ ابن حزم الظاہریؒ (م ۴۵۶ھ) بھی فرماتے ہیں کہ

''فالتأمين دعاء صحيح بلا شك''

لہذا آمین کو دعاء کہنا بلا شک وشبہ صحیح ہے۔ (**المحلی بالآثار: ج ۲: ص ۲۹۶**)

اور آمین دعاء ہے، اس پر ان حضرات کی دلیل کتاب اللہ کی آیت ہے، چنانچہ اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ

''قَالَ قَدْ أُجِيبَتْ دَعْوَتُكُمَا''

یقیناً میں تم دونوں [یعنی حضرت موسیؑ اور ہارونؑ] کی دعاء قبول کی۔ (**یونس: ۸۹**)

مفسرین نے صراحت کی ہے کہ دعاء تو دراصل حضرت موسیؑ کر رہے تھے اور اس دعاء پر ہارونؑ صرف آمین کہہ رہے تھے۔ اور یہی قول مفسرینِ کرام میں سے امام ابو العالیۃ الریاحیؒ (**م ۹۰ھ**)، عکرمہ مولی ابن عباسؒ (**م ۱۰۴ھ**)، الربیع بن انسؒ (**م ۱۴۰ھ**)، ابو صالح باذامؒ، محمد بن کعب القرظیؒ (**م ۱۲۰ھ**)، عبد الرحمٰن بن زید بن اسلمؒ (**م ۱۸۲ھ**) اور حافظ، مفسر ابن جریر الطبریؒ (**م ۳۱۰ھ**) کا ہے۔ (**تفسیر ابن جریر الطبری: ج ۱۵: ص ۱۸۶**،)

- اور مشہور مفسر، امام ابو منصور الماتریدیؒ (**م ۳۳۳ھ**) کہتے ہیں کہ

قَالَ بَعْضُهُمْ: إن موسى كان يدعو وهارون يؤمن على دعائه، فقال الله - عَزَّ وَجَلَّ -: (قَدْ أُجِيبَتْ دَعْوَتُكُمَا) سمى كليهما دعاء.

بعض مفسرین نے صراحت کی ہے کہ دعاء تو دراصل حضرت موسیؑ کر رہے تھے اور اس دعاء پر ہارونؑ صرف آمین کہہ رہے تھے، مگر اللہ تعالی نے دونوں کے کلام کو دعاء کہا۔ (**تفسیر الماتریدی: ج ۶: ص ۷۹-۸۰**)

- حافظ ابن رجب الحنبلیؒ (**م ۷۹۵ھ**) کہتے ہیں کہ

قالَ كثيرٌ منَ السلَفِ في قولِ اللهِ تعالَى لموسى وهارونَ: (قَدْ أُجِيبَت دعوَتُكُمَا).

قالُوا: كانَ موسى يدعُو، وهارونُ يُؤمِنُ، فسمَّاهُما دَاعِيَيْنِ

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام سے جو ارشاد فرمایا (**قد أجيبت دعوتكما**) اس کی تفسیر میں بہت سے سلف کہتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام دعا کر رہے تھے اور ہارون علیہ السلام آمین کہہ رہے تھے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے دونوں کو دعا کرنے والا کہا۔ (**تفسیر ابن رجب: ج ۱: ص ۷۰**)

لہذا آمین بھی دعاء ہے اور کتاب اللہ میں ہی ہے کہ آدمی کو دعاء آہستہ اور پوشیدہ مانگنی چاہیے۔ چنانچہ

- حافظ ابوبکر جصاص الرازیؒ (م ۳۷۰ھ) فرماتے ہیں کہ

قوله تعالى: {قد أجيبت دعوتكما} أضاف الدعاء إليهما، قال أبو العالية وعكرمة ومحمد بن كعب والربيع بن موسى: "كان موسى يدعو وهارون يؤمن فسماهما الله داعيين". وهذا يدل على أن آمين دعاء، وإذا ثبت أنه دعاء فإخفاؤه أفضل من الجهر به لقوله تعالى: {ادعوا ربكم تضرعا وخفية} [الأعراف:55]۔

ارشاد باری تعالیٰ {**قد أجيبت دعوتكما**} یعنی یقیناً تم دونوں کی دعا قبول کی گئی، اس میں دعا کی اضافت دونوں کی طرف کی گئی ہے، ابو العالیہ، عکرمہ، محمد بن کعب اور ربیع بن موسیٰ کہتے ہیں کہ موسیٰؑ دعا فرما رہے تھے جبکہ ہارونؑ آمین کہہ رہے تھے۔ (**احکام القرآن للجصاص: ج ۴: ص ۳۷۵**)

- اسی طرح، مشہور مفسر، امام حافظ الدین النسفیؒ (م ۷۱۰ھ) کہتے ہیں کہ

قيل كان موسى عليه السلام يدعو وهارون يؤمن فثبت أن التأمين دعاء فكان إخفاؤه أولى۔

کہا گیا ہے کہ موسیٰؑ دعا کر رہے تھے اور ہارونؑ آمین کہہ رہے تھے، پس ثابت ہوا کہ آمین کہنا دعا ہے، لہذا اسے آہستہ کہنا اولیٰ ہوا۔ (**مدارک التنزیل: ج ۲: ص ۳۸**)

- حافظ ابو الحسین القدوریؒ (م ۴۲۸ھ) نے کہا:

''لنا: قوله تعالى: {ادعوا ربكم تضرعا وخفية} وآمين من جملة الدعاء: لأن معناها: اللهم أجب، فيدخل في عموم الآية''

ہماری دلیل ارشاد باری تعالیٰ ہے: {**ادعوا ربكم تضرعا وخفية**} (تم اپنے پروردگار کو عاجزی کے ساتھ چپکے چپکے پکارا کرو) اور آمین بھی ایک دعا ہے، اس لئے کہ اس کا معنی ہے اے اللہ قبول کیجئے، پس یہ بھی آیت کے عموم میں داخل ہوگا۔ (**التجرید للقدوری: ج ۲: ص ۵۰۷**)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ آمین آہستہ کہنا چاہئے۔ واللہ اعلم

تائید نمبر ۲:

- امام ابوداودؒ (م ۲۷۵ھ) فرماتے ہیں کہ

حدثنا مسدد، حدثنا يزيد، حدثنا سعيد، حدثنا قتادة، عن الحسن، أن سمرة بن جندب، وعمران بن حصين، تذاكرا فحدث سمرة بن جندب، أنه حفظ عن رسول الله صلى الله عليه وسلم " سكتتين: سكتة إذا كبر، وسكتة إذا فرغ من قراءة {غير المغضوب عليهم ولا الضالين} "، فحفظ ذلك سمرة وأنكر عليه عمران بن حصين فكتبا في ذلك إلى أبي بن كعب فكان في كتابه إليهما أو في رده عليهما: أن سمرة قد حفظ۔

حضرت حسنؒ فرماتے ہیں کہ حضرت سمرہ بن جندبؓ اور حضرت عمران بن حصینؓ مذاکرہ کررہے تھے، تو حضرت سمرہؓ نے فرمایا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دو مرتبہ سکتہ کرنا یاد ہے، ایک تکبیر تحریمہ کہنے کے بعد اور دوسرا {غير المغضوب عليهم ولا الضالين} پڑھ لینے کے بعد، حضرت سمرہؓ کو یہی یاد تھا، جبکہ حضرت عمرانؓ نے اس کا انکار کیا، تو دونوں حضرات صحابہ کرامؓ نے حضرت ابی بن کعب یہ بات لکھ بھیجی، تو انہوں نے جواب میں تحریر فرمایا کہ حضرت سمرہؓ کو صحیح یاد ہے۔ (سنن ابی داود: حدیث نمبر ۷۷۹)

سند کی تحقیق:

(۱) امام ابوداود السجستانیؒ (م۲۷۵ھ) مشہور ثقہ، حافظ، صاحب السنن ہیں۔ (تقریب: رقم ۲۵۳۳)

(۲) مسدد بن مسرہد الامامؒ (م۲۲۸ھ) صحیح بخاری وغیرہ کے راوی اور ثقہ، حافظ ہیں۔ (تقریب: رقم ۶۵۹۸)

(۳) یزید بن زریع العیشیؒ (م۱۸۲ھ) کتب ستہ کے راوی اور ثقہ، ثبت، اثبت الناس فی سعید بن ابی عروبۃ ہیں۔ (تقریب: رقم ۷۷۱۳، سؤالات أبي عبيد الآجري للإمام أبي داود السجستاني: رقم ۱۴۳۷)

(۴) سعید بن ابی عروبۃؒ (م۱۵۷ھ) کتب ستہ کے راوی اور ثقہ، حافظ، أثبت الناس فی قتادة ہیں، مگر مدلس اور مختلط بھی ہیں۔ (تقریب: رقم ۲۳۶۵)،

نوٹ نمبر ۱:

سعید بن ابی عروبۃؒ (م۱۵۷ھ) نے یہاں پر، سنن ابی داود کی سند میں سماع کی صراحت کردی ہے۔

نیز ان کے متابع میں امام شعبۃ بن الحجاجؒ (م۱۶۰ھ) بھی موجود ہیں، دیکھئے ص: ۱۹۔

لہذ یہاں پر ان کے مدلس ہونے کا اعتراض، فضول ہوگا۔

نوٹ نمبر ۲:

سعید بن ابی عروبہؒ (م ۱۵۷ھ) مختلط بھی ہیں، مگر یزید بن زریع العیشیؒ (م ۱۸۲ھ) نے ان سے قبل الاختلاط روایت لی ہے۔ (**فتح الباری: ج ۵: ص ۴۱۰**)

لہذا ان کے مختلط ہونے کا اعتراض بھی فضول ہوگا۔

(۵)　امام قتادۃ بن دعامۃؒ (م ۱۱۹ھ) کتب ستہ کے راوی اور ثقہ، ثبت، امام، حافظ، مفسر ہیں، مگر مدلس بھی ہیں۔ (**تحفة اللبيب بمن تكلم فيهم الحافظ ابن حجر من الرواة في غير التقريب: ج ۲: ص ۱۳**)

نوٹ:

امام قتادۃ بن دعامۃؒ (م ۱۱۹ھ) سے، یہ روایت امام شعبۃ بن الحجاجؒ (م ۱۶۰ھ) نے بھی بیان کی ہے۔ (**حديث شعبة بن الحجاج لابن المظفر: ص ۹۲، حدیث نمبر ۱۲۱**)

اور "شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عن شيخه" کی سند میں قتادۃ کی ان کے شیخ سے روایت، سماع پر محمول ہوتی ہے، کیونکہ شعبہؒ اس کی تحقیق کر لیتے تھے۔ (**تحفة اللبيب بمن تكلم فيهم الحافظ ابن حجر من الرواة في غير التقريب: ج ۲: ص ۱۳**)

لہذا یہاں پر قتادہؒ (م ۱۱۹ھ) کی "عنعنہ" پر اعتراض، فضول ہوگا۔

(۶)　الحسن بن ابی الحسن البصریؒ (م ۱۱۰ھ) کتب ستہ کے راوی اور ثقہ، فاضل، فقیہ، مشہور ہیں۔ (**تقریب: رقم ۱۲۲۷**)

نوٹ نمبر ۱:

الحسن بن ابی الحسن البصریؒ (م ۱۱۰ھ) مدلس ہیں، مگر چونکہ طبقات ثانیہ کے مدلس ہیں، اس وجہ سے ان کی "عنعنہ" مقبول ہے، پھر وہ ثقہ سے ہی تدلیس کرتے تھے۔ (**موسوعة أقوال يحيى بن معين في الجرح والتعديل وعلل الحديث: ج ۱: ص ۴۴۹**)

اس لحاظ سے بھی ان کا عنعنہ مقبول ہوگا۔

نوٹ نمبر ۲:

الحسن بن ابی الحسن البصریؒ (م ۱۱۰ھ) کا سماع، سمرۃ بن جندبؓ (م ۵۸ھ) جمہور محدثین کے نزدیک ثابت ہے، دیکھئے ص: ۳۸، واللہ اعلم۔

(۷)　سمرۃ بن جندبؓ (م ۵۸ھ) مشہور صحابی رسول ﷺ ہیں۔ (تقریب)،

الغرض اس روایت کے تمام روات ثقہ ہیں اور اس کی سند صحیح ہے، یہی وجہ ہے کہ

- امام ابو عبد اللہ الحاکمؒ (م ۴۰۵ھ) نے کہا: ''هذا حديث صحيح على شرط الشيخين''۔

- حافظ المغرب، امام ابن عبد البرؒ (م ۴۶۳ھ) نے کہا: ''وهذا الحديث مشهور جدا''۔ **(جامع بیان العلم وفضلہ: ج ۲: ص ۱۰۹۸، ت ابوالاشبال)**

- حافظ ابن عساکر الدمشقیؒ (م ۵۷۱ھ) نے کہا: ''هذا حديث حسن أخرجه أبو داود في سننه من حديث قتادة''۔ **(معجم ابن عساکر: ج ۲: ص ۸۱۵)**

- حافظ شمس الدین الذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) نے کہا: ''على شرطهما''۔ **(المستدرک للحاکم مع تلخیص للذہبی: ج ۱: ص ۳۳۵، حدیث نمبر ۷۸۰)**

لہذا یہ حدیث صحیح ہے۔

شیخ الالبانیؒ (م ۱۴۲۰ھ) کا اعتراض اور اس کا جواب:

شیخ الالبانیؒ (م ۱۴۲۰ھ) کہتے ہیں کہ

ثم إن في الحديث علة أخرى، وهي الاضطراب في متنه. وقد أشار إلى ذلك المصنف رحمه الله، حيث ساق طرقه وألفاظه: ففي رواية يونس هذه - ورواية أشعث بعدها -: أن السكتة الثانية بعد الفراغ من القراءة كلها قبل الركوع.

وقد تابعهما حميد الطويل - كما يأتي في تخريج الحديث - وخالفهم قتادة، واختلف عليه راويه سعيد بن أبي عروبة: فمرة قال: إنها إذا فرغ من القراءة.

ومرة قال: إذا فرغ من قراءة (غير المغضوب عليهم ولا الضالين).

ولا شك أن القول الأول هو الصواب؛ لموافقته لرواية يونس ومن معه من الثقات، وهو الذي صححه شيخ الإسلام ابن تيمية، وتلميذه ابن القيم رحمهما الله تعالى. وقد أوضحت ذلك في التعليقات الجياد على زاد المعاد۔

ومن العجائب قول النووي رحمه الله في "المجموع": "وهذه الرواية لا تخالف السابقتين، بل يحصل من المجموع إثبات السكتات الثلاث"! فإنه جمع باطل مصادم لنص الحديث في جميع الروايات أن السكتات ثنتان؛

فكيف يصار إلى أنها ثلاث؟! لا سيما وأن الثالثة قد تردد بينها وبين الثانية راويها، ولم يجعلها مزيدة على الثانية؟! فتأمل. وكأنه من أجل ذلك كله قال أبو بكر الجصاص في "أحكام القران": إنه "حديث غير ثابت"۔ (ضعیف سنن ابی داود-الام: ج۱:ص ۳۰۰-۳۰۱)

ایک اور جگہ پر کہتے ہیں کہ ''وفيه شذوذ في المتن، كما تقدم، والصواب أن السكتة الثانية بعد الفراغ من القراءة كلها. ويؤيده: أن قتادة كان يقول كذلك قديماً، ثم خالف، فقال بعد قراءة (غير المغضوب عليهم)؛ فكأنه نسي''۔ (ضعیف سنن ابی داود-الام: ج۱:ص ۳۰۴)

اور شیخ الالبانیؒ کے قول ''السكتة الثانية بعد الفراغ من القراءة كلها. ويؤيده: أن قتادة كان يقول كذلك قديماً، ثم خالف، فقال بعد قراءة (غير المغضوب عليهم)'' کی دلیل، سنن ابی داود کی حدیث ہے، چنانچہ امام ابوداودؒ (م ۲۷۵ھ) کہتے ہیں کہ

حدثنا ابن المثنى، حدثنا عبد الأعلى، حدثنا سعيد، بهذا قال عن قتادة، عن الحسن، عن سمرة، قال: سكتتان حفظتهما عن رسول الله صلى الله عليه وسلم، قال فيه: قال سعيد: قلنا لقتادة: ما هاتان السكتتان؟ قال: "إذا دخل في صلاته، وإذا فرغ من القراءة، ثم قال: بعد، وإذا قال: {غير المغضوب عليهم ولا الضالين}۔ (سنن ابی داود: حدیث نمبر ۷۸۰)

الجواب:

اولاً　امام قتادۃ بن دعامۃؒ (م ۱۱۹ھ)، الحسن البصریؒ (م ۱۱۰ھ) کے اصحاب میں ''اسند، بلکہ اعلی، اثبت، اکثر'' ہیں۔ چنانچہ

* امام حماد بن سلمۃؒ (م ۱۶۷ھ) نے کہا: ''أصحاب الحسن قتادة، وزياد الأعلم، ومنصور، والقصاب''۔ (التراجم الساقطة من كتاب إكمال تهذيب الكمال لمغلطاي: ص ۵۸)

* امام العلل ، امام علی بن المدینیؒ (م ۲۳۴ھ) نے کہا: ''أصحاب الحسن حفص (المنقري)، ثم قتادة، وحفص فوقه، ثم قتادة بعده، ويونس وزياد الأعلم، وكان حفص في الحسن مثل ابن جريج في عطاء''۔ (المعرفۃ والتاریخ: ج ۲: ص ۵۳)

* امام احمد بن حنبلؒ (م ۲۴۱ھ) نے کہا: ''ما أحد في أصحاب الحسن أثبت من يونس، ولا أحد أسند عن الحسن من قتادة''۔ (المعرفۃ والتاریخ: ج ۲: ص ۱۶۵)

* حافظ عمرو بن علی الفلاسؒ (م ۲۴۹ھ) نے کہا: ''أصحاب الحسن حفص بن سليمان المنقري وهو من أثبت الناس فيه، وقتادة، ويونس بن عبيد''۔ (التراجم الساقطة من كتاب إكمال تهذيب الكمال لمغلطاي: ص ۵۴)

* حافظ ابو زرعۃ الرازیؒ (م ۲۶۴ھ) نے کہا: ''قتادة من اعلى اصحاب الحسن، قيل له يونس ابن عبيد؟ قال ثم يونس''۔

* حافظ ابو حاتم الرازیؒ (م ۲۷۷ھ) نے کہا: ''أكثر أصحاب الحسن قتادة واثبت أصحاب أنس الزهري ثم قتادة''۔ (الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم الرازی: ج ۷: ص ۱۳۵)،

لہذا امام قتادہ بن دعامۃؒ (م ۱۱۹ھ)، اصحاب الحسن میں ''اعلی، اثبت، مکثر اور اسند'' ہیں، تو ان کی زیادتی مقبول ہوگی۔

دوم　شیخ، محدث شعیب الارنووطؒ (م ۱۴۳۶ھ) کہتے ہیں کہ ''وقد تابع قتادة على أن السكتة بعد الفاتحة منصور بن المعتمر''۔ (سنن ابی داود: ج ۲: ص ۸۵، ت الارنووط)، بلکہ اثبت الناس فی الحسن البصری، یونس بن عبید العبدیؒ (م ۱۳۹ھ) بھی، قتادہؒ (م ۱۱۹ھ) کے متابع میں موجود ہیں، چنانچہ امام احمد بن حنبلؒ (م ۲۴۱ھ) کہتے ہیں کہ

حدثنا هشيم، أخبرنا منصور، ويونس، عن الحسن، عن سمرة بن جندب، "أنه كان إذا صلى بهم سكت سكتتين إذا افتتح الصلاة، وإذا قال: {ولا الضالين} سكت أيضا هنية"، فأنكروا ذلك عليه، فكتب إلى أبي بن كعب، فكتب إليهم أبي أن الأمر كما صنع سمرة۔ (مسند الامام احمد بن حنبل: ج ۳۳: ص ۳۹۵، ت الارنووط)

<u>سند کی تحقیق:</u>

(۱) صاحب المسند، امام احمد بن محمد بن حنبل الشیبانیؒ (م ۲۴۱ھ)، مشہور ثقہ، حجت، امام، حافظ الحدیث اور فقیہ، صاحب المذہب ہیں۔ (تقریب، سیر)

(۲) ہشیم بن بشیر الواسطیؒ (م ۱۸۳ھ) کتب ستہ کے راوی اور ثقہ، ثبت، حافظ الحدیث ہیں۔ (تقریب: رقم ۷۳۱۲)

(۳) منصور بن زاذان الواسطیؒ (م ۱۲۹ھ) بھی کتب ستہ کے راوی اور ثقہ، ثبت، حافظ، عابد ہیں۔ (تقریب: رقم ۷۳۱۲) اور ان کے متابع میں موجود، یونس بن عبید العبدیؒ (م ۱۳۹ھ) کا تعارف آگے آ رہا ہے۔

(۴) الحسن البصریؒ (م ۱۱۰ھ) کی توثیق گزر چکی،

(۵) سمرۃ بن جندبؓ (م ۵۸ھ) صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

لہذا یہ سند صحیح اور اس کے رجال شیخین کے رجال ہیں، جیسا کہ محدث شعیب الارنوؤطؒ (م ۱۴۳۶ھ) نے کہا ہے۔

اب یونس بن عبید العبدیؒ (م ۱۳۹ھ) کا تعارف ملاحظہ فرمائیں:

* امام احمد بن حنبلؒ (م ۲۴۱ھ) نے کہا: ''ما أحد في أصحاب الحسن أثبت من يونس، ولا أحد أسند عن الحسن من قتادة''۔ (المعرفۃ والتاریخ: ج ۲: ص ۱۶۵)

- ایک اور روایت میں کہا: ''لا يعدل أحد يونس''۔ (شرح علل الترمذی: ج ۲: ص ۶۸۷)

* حافظ عمرو بن علی الفلاسؒ (م ۲۴۹ھ) نے کہا: ''أصحاب الحسن حفص بن سليمان المنقري وهو من أثبت الناس فيه، وقتادة، ويونس بن عبيد'' (التراجم الساقطة من كتاب إكمال تهذيب الكمال لمغلطاي: ص ۵۴)

* حافظ ابوزرعۃ الرازیؒ (م ۲۶۴ھ) نے کہا:

''يونس بن عبيد احب إلى في الحسن من قتادة لان يونس من اصحاب الحسن وقتادة ليس من اقران يونس''۔ (الجرح والتعدیل: ج ۹: ص ۲۴۲)

* حافظ عثمان بن سعید الدارمیؒ (م ۲۸۱ھ) نے کہا:

قلت ليحيى بن معين: يونس بن عبيد أحب إليك في الحسن أو حميد؟ قال: كلاهما. قال عثمان: يونس أكبر بكثير۔ (شرح علل الترمذی: ج ۲: ص ۶۸۷)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ حدیث سمرۃ میں صورۃ الفاتحۃ کے بعد بھی سکتہ کے وجود پر، ثقہ، ثبت، حافظ، اثبت

الناس، اکثر الناس، اسند الناس، اعلی اصحاب الحسن، امام قتادة بن دعامةؒ (م ۱۱۹ھ) کے متابع میں "۲، ۲" راوی ثقہ ،ثبت، حافظ، امام منصور بن زاذان الواسطیؒ (م ۱۲۹ھ) اور اثبت الناس فی الحسن البصری، یونس بن عبید العبدیؒ (م ۱۳۹ھ) موجود ہیں، جیسا کہ ثقہ، ثبت، حافظ الحدیث ھشیم بن بشیر الواسطیؒ (م ۱۸۳ھ) نے نقل کیا ہے، جس کی تفصیل گزر چکی۔

نیز ہشیم بن بشیر الواسطیؒ (م ۱۸۳ھ) کی طرح، ثقہ، ثبت، حجت، امام، حافظ اسماعیل بن علیةؒ (م ۱۹۳ھ) نے بھی یونس بن عبید العبدیؒ (م ۱۳۹ھ) سے یہی نقل کیا ہے۔ چنانچہ حافظ ابوالحسن الدارقطنیؒ (م ۳۸۵ھ) فرماتے ہیں کہ

حدثنا أبو حامد محمد بن هارون ثنا زياد بن أيوب , ح و حدثنا محمد بن مخلد , ثنا سعدان بن يزيد , و علي بن أشكاب , و الحسين بن سعيد بن البستنبان , قالوا: نا إسماعيل ابن علية , عن يونس بن عبيد , عن الحسن , قال: قال سمرة بن جندب: حفظت سكتتين من رسول الله صلى الله عليه و سلم في الصلاة , - و قال الحسين بن سعيد: - قال سمرة: " حفظت من رسول الله صلى الله عليه و سلم سكتتين في الصلاة: سكتة إذا كبر الإمام حتى يقرأ , و سكتة إذا فرغ من قراءة فاتحة الكتاب " . فأنكر ذلك عمران بن حصين , فكتبوا إلى المدينة إلى أبي بن كعب , فصدق سمرة ۔ (سنن الدارقطنی: حدیث نمبر ۱۲۷۵)

<u>سند کی تحقیق:</u>

(۱) حافظ ابوالحسن الدارقطنیؒ (م ۳۸۵ھ) مشہور ثقہ، حافظ الحدیث، حافظ الزماں، امیر المومنین فی الحدیث ہیں۔ **(الدليل المغني لشيوخ الإمام أبي الحسن الدارقطني: ص ۳۴)**،

(۲) ابو حامد، محمد بن ہارون بن عبداللہ الحضرمیؒ (م ۳۲۱ھ) ثقہ، محدث، امام ہیں۔ **(الدلیل المغنی: ص ۴۶۱)**، اور ان کے متابع میں ثقہ، حافظ، امام ابو عبداللہ، محمد بن مخلد بن حفص الدوریؒ (م ۳۳۱ھ) موجود ہیں۔ **(الدلیل المغنی: ص ۴۵۲)**

(۳) حسین بن سعید المخرمی، المعروف ابن البستنبانؒ صدوق ہیں۔ **(تاریخ بغداد: ج ۸: ص ۵۸۰، ت بشار، کتاب الثقات لابن حبان: ج ۸: ص ۱۹۰، کتاب الثقات للقاسم: ج ۳: ص ۴۱۷)**، اور ان کے متابع میں ثقہ، حافظ، امام زیاد بن ایوب الطوسیؒ (م ۲۵۲ھ)، صدوق راوی، سعدان بن یزید، ابو محمد البزازؒ (م ۲۶۲ھ)، ثقہ، محدث علی بن اشکابؒ (م ۲۶۱ھ) وغیرہ موجود ہیں۔ **(تقریب: رقم ۲۰۵۶، تاریخ الاسلام: ج ۶: ص ۳۳۵، کتاب الثقات للقاسم: ج ۴: ص ۵۶۴، تحریر تقریب التہذیب: رقم ۴۷۱۳)**

(۴) اسماعیل بن ابراہیم، المعروف بابن علیۃؒ (م ۱۹۳؁ھ) کتب ستہ کے راوی اور ثقہ، حجت، امام، حافظ ہیں۔ (تقریب: رقم ۴۱۶)

(۵) یونس بن عبید العبدیؒ (م ۱۳۹؁ھ)،

(۶) الحسن البصریؒ (م ۱۱۰؁ھ)،

(۷) سمرۃ بن جندبؓ (م ۵۸؁ھ) وغیرہ کا تعارف گزر چکا۔

لہذا یہ روایت صحیح ہے۔ واللہ اعلم

اور محدث محمد بن علی النیمویؒ (م ۱۳۲۲؁ھ) کہتے ہیں کہ

''قولہ رواہ ابو داود قلت رواہ من طریق قتادۃ عن الحسن و تابعہ یونس بن عبید فی محل السکتۃ الثانیۃ عند الدارقطنی و کذلک منصور مقرونا بیونس عند احمد فلم یصب ابن حزم بان قتادۃ وھم فی ذلک''۔ (آثار السنن: ص ۱۰۱)،

بلکہ الحافظ الکبیر، عبدالرزاق الصنعانیؒ (م ۲۱۱؁ھ) کہتے ہیں کہ

''عن معمر، عن غير واحد، عن الحسن قال: كان سمرة بن جندب يؤم الناس، فكان يسكت سكتتين إذا كبر للصلاة، وإذا فرغ من قراءة أم القرآن «فعاب عليه الناس، فكتب إلى أبي بن كعب في ذلك أن الناس عابوا علي، فنسيت وحفظوا، أو حفظت ونسوا، فكتب إليه أبي: بل حفظت ونسوا، فكان الحسن يقول: إذا فرغ الإمام من قراءة أم القرآن فاقرأ بها أنت''۔ (مصنف عبدالرزاق: حدیث نمبر ۲۷۹۲)

غور فرمائیں! ''عن معمر، عن غير واحد'' اور حضرت حسن بصریؒ (م ۱۱۰؁ھ) کا قول: ''إذا فرغ الإمام من قراءة أم القرآن فاقرأ بها أنت'' سورۃ الفاتحۃ کے بعد کے سکتہ کے وجود پر صریح ہے۔

خلاصہ یہ کہ حدیث سمرۃ میں صورۃ الفاتحۃ کے بعد بھی سکتہ کے وجود پر، ثقہ، ثبت، حافظ، اثبت الناس، اکثر الناس، اسند الناس، اعلیٰ اصحاب الحسن، امام قتادۃ بن دعامۃؒ (م ۱۱۹؁ھ) کے متابع میں جب ''۲، ۲'' ثقات اثبات ائمہ وحفاظ حدیث وغیرہ موجود ہیں، تو شیخ الالبانیؒ (م ۱۴۲۰؁ھ) کا قول ''وفيه شذوذ في المتن، كما تقدم، والصواب أن السكتة الثانية بعد الفراغ من القراءة كلها. ويؤيده: أن قتادة كان يقول كذلك قديماً، ثم خالف، فقال بعد قراءة (غير

المغضوب عليهم)، فكأنه نسي ''مرجوح ہے۔ واللہ اعلم

سوم شیخ الالبانیؒ (م ۱۴۲۰ھ) کا قول ''فإنه جمع باطل مصادم لنص الحديث في جميع الروايات أن السكتات ثنتان'' بھی مرجوح ہے۔ کیونکہ ائمہ محدثین کا ہی اصول ہے کہ ''الحديث إذا لم تجمع طرقه لم تفهمه والحديث يفسر بعضه بعضا''۔ (الجامع لأخلاق الراوي وآداب السامع: ج۲: ص۲۱۲)،

اور جب ''۲'' احادیث، ایک دوسرے کے مخالف ہوں، تو محدثین کے نزدیک سب سے پہلے ان کو جمع کرنا ہے۔ (الاجوبة الفاضلة للكنوی: ص۱۹۶)

لہذا جب تمام طرق جمع ہو جائیں، تو اس وقت روایت کا مفہوم واضح ہوگا، اور یہی وجہ ہے کہ سمرة بن جندبؓ کی بعض روایات میں سکتہ ثانیہ رکوع کے وقت بتایا گیا اور بعض میں ام القرآن کی قراءت کے بعد، تو ان ''۲'' مخالف احادیث کو جمع کرتے ہوئے، ائمہ محدثین وعلماء نے کہا کہ سکتات تین ہیں، چنانچہ

* حافظ ابوزکریا، یحیی بن شرف النوویؒ (م ۶۷۶ھ) کہتے ہیں کہ

''وهذه الرواية لا تخالف السابقين بل يحصل من المجموع إثبات السكتات الثلاث والله أعلم''۔ (المجموع شرح المهذب: ج۳: ص۳۹۵)

* حافظ ابوالفتح، ابن سید الناسؒ (م ۷۳۴ھ) نے کہا:

''فقد روى في حديث سكتة وفي حديث سكتتان وفي آخر سكتات فتكون الأولى لدعاء الافتتاح والثانية لتراد النفس والثالثة ليقرأ فيها المأموم الفاتحة وإن كان حديث السكتات ضعيفًا فيعضده الخلف في حديث سمرة في موضع الثانية متى هو''۔ (النفح الشذی: ج۴: ص۳۶۷)،

* محدث ابن حجر الہیتمیؒ (م ۹۷۴ھ) کہتے ہیں کہ ''رواه أبو داود، وسنده حسن بل صحيح، وفي رواية عنه: كان لرسول الله صلى الله عليه وسلم سكتتان إذ قرأ (بسم الله الرحمن الرحيم)، أي: أراد قراءتها بدليل: سكتة إذا كبر، وسكتة إذا فرغ من القراءة كلها، وفي أخرى إذا فرغ من فاتحة الكتاب، وسورة عند الركوع، ولا مخالفة بينهما، بل يحصل من مجموعهما إثبات ثلاث سكتات بعد الإحرام وبعد الفاتحة وبعد السورة''۔ (مرقاة المفاتيح: ج۲: ص۶۸۰)،

* قاضی شوکانیؒ (م ۱۲۵۰ھ) نے کہا:

''وهذه الثلاث السكتات قد دل عليها حديث سمرة باعتبار الروايتين المذكورتين''۔(نیل الاوطار: ج ۲: ص ۲۷۷)

* محدث شمس الحق عظیم آبادیؒ (م بعد ۱۳۱۰ھ) کہتے ہیں کہ

''واعلم أنه حصل من هذه الرواية والتي قبلها ثبوت ثلاث سكتات بعد الإحرام وبعد الفاتحة وبعد السورة''۔(عون المعبود: ج ۲: ص ۴۸۲)،

* فقيه مالكي محمود خطاب السُبكيؒ (م ۱۳۵۲ھ) نے کہا:

''يمكن الجمع بينهما بأنه صلى الله تعالى عليه وعلى آله وسلم كان يسكت في الصلاة ثلاث سكتات سكتة بعد تكبيرة الإحرام وسكتة بعد قراءة الفاتحة وسكتة بعد الفراغ من قراءة السورة وقبل الركوع. وسمرة أخبر مرة ببعضها ومرة ببعضها الآخر ويؤيده ما رواه ابن أبي شيبة في مصنفه قال حدثنا حفص عن عمرو عن الحسن قال كان لرسول الله صلى الله تعالى عليه وعلى آله وسلم ثلاث سكتات سكتة إذا افتتح البكبير حتى يقرأ الحمد وإذا فرغ من الحمد حتى يقرأ السورة وإذا فرغ من السورة حتى يركع''۔(المنهل العذب المورود شرح سنن الإمام أبي داود: ج ۵: ص ۱۹۱-۱۹۲)

* محدث عبید اللہ مبارک پوریؒ (م ۱۴۱۴ھ) کہتے ہیں کہ ''وفي رواية لأبي داود: أنه كان يسكت سكتتين: إذا استفتح الصلاة، وإذا فرغ من القراءة كلها. وفي أخرى: إذا فرغ من فاتحة الكتاب وسورة عند الركوع، أي قبل الركوع عند الفراغ من القراءة كلها. ولا مخالفة بينهما، بل يحصل من مجموعهما ثلاث سكتات: بعد الإحرام، وبعد الفاتحة، وبعد السورة عند الركوع، أي ليترادإليه نفسه. قيل: والثالثة أخف من السكتتين اللتين قبلهما، وذلك بمقدار ماتنفصل القراءة عن التكبير''۔(مرعاة المفاتيح: ج ۳: ص ۱۰۰)

* شیخ، فقیہ محمد بن صالحؒ (م ۱۴۲۱ھ) سے سوال کیا گیا کہ ''ماهي السكتات التي يسكتها الإمام في القراءة الجهرية؟''۔

تو شیخؒ نے جواب دیا کہ ''للاستفتاح، وهذه ثابتة في الصحيحين من حديث أبي هريرة أنه قال للنبي صَلَّى

اللہَ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: بأبي وأمي يا رسول الله، إسكاتك بين التكبير والقراءة، ما تقول؟ قال: "أقول: اللهم باعد بيني وبين خطاياي، كما باعدت بين المشرق والمغرب، اللهم نقني من الخطايا كما ينقى الثوب الأبيض من الدنس، اللهم اغسل خطاياي بالماء والثلج والبرد"۔

والسكتة الثانية: بعد قراءة الفاتحة أخرجها أبو داود وغيره من أهل السنن، وقال الحافظ في الفتح إنها ثابتة، ولكنها سكتة ليست كما قاله بعض الفقهاء، إنها طويلة بحيث يتمكن المأموم من قراءة الفاتحة بل هي سكتة يسيرة يتأمل الإمام فيها ما سيقرأ بعد الفاتحة، وينتظر شروع المأموم في قراءتها۔

والسكتة الثالثة: وهي سكتة لا تكاد تذكر بعد القراءة التي بعد سورة الفاتحة قبل الركوع، لكنها سكتة يسيرة جداً ولهذا حذفت من بعض الأحاديث ''۔(مجموع فتاوی ورسائل فضیلة الشیخ محمد بن صالح العثيمين: ج ۱۳: ص ۱۴۷)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ شیخ الالبانیؒ (م ۱۴۲۰ھ) کی رائے مرجوح ہے، اور راجح یہی ہے کہ سمرۃ بن جندبؓ (م ۵۸ھ) کی روایت میں تین سکتات ثابت ہیں، اور رسول اللہ ﷺ کا سورۃ الفاتحۃ کے بعد کا سکتہ کرنا، اس بات کی دلیل ہے کہ آپ ﷺ آمین سراً کہتے تھے، چنانچہ محدث بدرالدین العینیؒ (م ۸۵۲ھ) کہتے ہیں کہ

''قوله: وسكتة إذا فرغ من قراءة: (غَيْرِ المَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلا الضّالِّينَ) هذه السكتة كانت لأجل أن يقول: آمين، وفيه حجة للحنفية في إخفاء آمين''۔

اور ایک سکتہ (غَيْرِ المَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلا الضّالِّينَ) پڑھنے کے بعد، یہ سکتہ آمین کہنے کیلئے ہوتا تھا، اس میں آمین آہستہ کہنے کے مسئلہ میں احناف کے دلیل موجود ہے۔(شرح ابی داود للعینی: ج ۳: ص ۳۹۵)

* ثبت، حافظ ابوالحسین القدوریؒ (م ۴۲۸ھ) نے کہا:

''وروي في الخبر قال: كان رسول الله [- صلى الله عليه وسلم -] إذا قال: (ولا الضالين) سكت سكتة، فهذا يدل [على] أنه كان لا يجهر بآمين''۔

روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ (ولا الضالين) کہتے تو کچھ دیر خاموش رہتے، اس سے معلوم ہوا کہ آپ بآوازِ بلند آمین نہیں کہتے تھے۔(التجرید للقدوری: ج ۲: ص ۵۰۸)

* مشہور محدث شبہ القارۃ الہندیۃ، محمد بن علی النیموی ؒ (م ۱۳۲۲ھ) کہتے ہیں کہ

''السکتۃ الثانیۃ للتامین سرا و ان لم یحمل علی ھذا بل یقال ان السکتۃ الثانیۃ کانت لان یتر اد الیہ نفسہ کما ذھب الیہ بعضھم یلزم منہ ان یکون تامیں المامؤمین قبل تامین النبی ﷺ لان الحدیث السابق یدل علی ان المامون یقولون آمین بعد فراغ الامام من الفاتحۃ مقارنۃ بقولہ و لا الضالین، فحینئذ یکون تامینھم عند السکتۃ الثانیۃ و تامینہ بعدھا فیقدم نامینھم علی تامینہ و قد نھی النبی ﷺ عن تبادر المامو م الامام''۔

دوسرا سکتہ سرا آمین کہنے کیلئے تھا، اور اگر اس پر محمول نہ کیا جائے بلکہ یہ کہا جائے کہ دوسرا سکتہ سانس لینے کیلئے تھا تو اس سے لازم آئے گا کہ مقتدی حضرات کا آمین کہنا نبی اکرم ﷺ کے آمین کہنے سے پہلے تھا، اس لئے کہ پچھلی حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ مقتدی حضرات نبی اکرم ﷺ کے سورہ فاتحہ سے فارغ ہوتے ہی، (و لا الضالین) کہنے کے فوراً بعد کہتے تھے، تو ان کی تامین اس وقت ہوگی جب آپ ﷺ سکتہ ثانیہ فرماتے تھے، اور اس کے بعد آمین کہتے تھے، تو ان کی تامین آپ ﷺ کی تامین پر مقدم ہوتی تھی جبکہ نبی اکرم ﷺ نے مقتدی کو امام سے آگے بڑھنے سے منع کیا ہے۔ (آثار السنن: ص ۱۰۱)

خلاصہ یہ کہ سمرۃ بن جندب ؓ (م ۵۸ھ) کی یہ روایت امام شعبۃ بن الحجاج ؒ (م ۱۶۰ھ) کی تائید کرتی ہے۔ واللہ اعلم

تائید نمبر ۳:

- محدث ظفر احمد عثمانی ؒ (م ۱۳۹۴ھ) کہتے ہیں کہ

''قلت: دلالتۃ علی التأمین سرا من فعل أجلۃ الصحابۃ رضي اللہ عنھم ظاھـــرۃ''۔

یہ اثر بالکل واضح طور پر دلالت کرتا ہے کہ بڑے بڑے صحابہ کرام سرا آمین کہتے تھے۔ (اعلاء السنن: ج ۲: ص ۳۴۷)

- امام، حافظ ابوبکر جصاص الرازی ؒ (م ۳۷۰ھ) کہتے ہیں کہ

''وقد وجدنا عمل السلف ظاھرًا بالإخفاء دون الجھر''۔

سلف کا واضح عمل ہمیں ملتا ہے کہ وہ سرا (آمین) کہتے تھے نہ کہ جہراً۔ (شرح مختصر الطحاوی للجصاص: ج ۱: ص ۵۸۸)،

حضرت عمرؓ، علیؓ اور ابن مسعودؓ کا عمل وارشاد:

اور کبار صحابہ کرامؓ سے سرا آمین کہنا ثابت ہے، چنانچہ

* حافظ ابوالقاسم الطبرانیؒ (م۳۶۰ھ) کہتے ہیں کہ

حدثنا محمد بن عبد الله الحضرمي، ثنا أحمد بن يونس، ثنا أبو بكر بن عياش، عن أبي سعد البقال، عن أبي وائل، قال: كان علي، وابن مسعود لا يجهران ببسم الله الرحمن الرحيم، ولا بالتعوذ، ولا بآمين۔

ابو وائلؒ کہتے ہیں کہ علی اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما باآواز بلند نہ تسمیہ کہتے تھے نہ تعوذ نہ آمین ۔(**المعجم الکبیر للطبرانی: ج۹:ص ۲۶۲،حدیث نمبر ۹۳۰۴**)

* حافظ، مفسر، ابوجعفر، محمد بن جریر الطبریؒ (م۳۱۰ھ) کہتے ہیں کہ

أخبرنا أبو كريب أخبرنا أبو بكر ابن عياش عن أبي سعد عن أبي وائل قال لم يكن عمر وعلي يجهران ببسم الله الرحمن الرحيم ولا بآمين۔

ابو وائلؒ کہتے ہیں کہ حضرت عمر وعلی رضی اللہ عنہما باآواز بلند نہ تسمیہ کہتے تھے نہ آمین ۔(**تہذیب الآثار للطبری** بحوالہ تخریج احادیث احیاء علوم الدین: ج۱:ص ۳۹۸)

* اسی طرح، ثقہ، ثبت، حافظ، امام ابوجعفر الطحاویؒ (م۳۲۷ھ) کہتے ہیں کہ

''حدثنا سليمان بن شعيب الكيساني، قال: ثنا علي بن معبد، قال: ثنا أبو بكر بن عياش، عن أبي سعد، عن أبي وائل، قال: كان عمر وعلي رضي الله عنهما لا يجهران ب{بسم الله الرحمن الرحيم} ولا بالتعوذ، ولا بالتأمين''۔

ابو وائلؒ کہتے ہیں کہ حضرت عمر وعلی رضی اللہ عنہما باآواز بلند نہ بسملہ کہتے نہ تعوذ نہ آمین ۔(**شرح معانی الآثار: ج۱: ص ۲۰۳،حدیث نمبر ۱۲۰۸**)

* حافظ ابوبکر بن ابی شیبہؒ (م۲۳۵ھ) کہتے ہیں کہ

''حدثنا هشيم، عن سعد بن مرزبان، قال: حدثنا أبو وائل، عن عبد الله؛ أنه كان يخفي بسم الله الرحمن الرحيم، والاستعاذة، وربنا لك الحمد''۔

حضرت وائلؒ کہتے ہیں ابن مسعودؓ بسملہ، استعاذہ اور ربنا لک الحمد سرا کہتے تھے۔ (**مصنف ابن ابی شیبۃ: حدیث نمبر ۸۹۴۵**)

* امام ابوبکر البیہقیؒ (م ۴۵۸ھ) کہتے ہیں کہ

''أخبرنا أبو عبد الله، ثنا أبو العباس، ثنا الحسن، ثنا يزيد، أنا أبو سعد، ثنا أبو وائل، عن عبد الله قال: يخفي الإمام أربعا: {بسم الله الرحمن الرحيم}، وآمين، اللهم ربنا لك الحمد، والتعوذ أو التشهد، شك أبو سعد''۔

حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ امام چار چیزیں سرا کہے گا: تسمیہ، آمین، اللھم ربنا لک الحمد، اور تعوذ یا تشہد، ابو سعدؒ کو شک ہوا۔ (**الخلافیات للبیہقی: ج ۲: ص ۳۱۲**)

<u>اسانید کی تحقیق:</u>

(۱) امام ابوبکر، احمد بن الحسین البیہقیؒ (م ۴۵۸ھ) مشہور ثبت، متقن، حافظ الحدیث ہیں۔ (**السَّلسَبِيلُ النَّقِي في تَرَاجِمِ شيُوخ البَيهَقِيّ: ص ۱۶۵، ۱۶۸**)

(۲) صاحب المستدرک، ابوعبداللہ الحاکم الصغیرؒ (م ۴۰۵ھ) مشہور ثقہ، حافظ، بلکہ شیخ المحدثین ہیں۔ (**الروض الباسم في تراجم شيوخ الحاكم: ج ۱: ص ۱۰۴، ۱۰۷**)،

(۳) ابوالعباس، محمد بن یعقوب الاصمؒ (م ۳۴۶ھ) ثقہ، حافظ، **إمام أهل المشرق** ہیں۔ (**الروض الباسم: ج ۲: ص ۱۲۸۱**)، اور ان کے متابع میں ثقہ، ثبت، حافظ، امام ابوجعفر الطحاویؒ (م ۳۲۱ھ)، اور ثقہ، ثبت، ابوالقاسم الطبرانیؒ (م ۳۶۰ھ) موجود ہیں۔ (**کتاب الثقات للحاکم: ج ۲: ص ۳۶، ج ۵: ص ۹۰، سیر: ج ۱۶: ص ۱۱۹**)

- طبرانی کی سند میں محمد بن عبداللہ بن سلیمان الحضرمیؒ (م ۲۹۸ھ) مشہور ثقہ، حافظ ہیں۔ (**ارشاد القاصی والدانی: ص ۵۸۰**)، اور ان کے متابع میں ثقہ سلیمان بن شعیب الکیسانیؒ (م ۲۷۳ھ)، ثقہ، حافظ، مفسر ابن جریر الطبریؒ (م ۳۱۰ھ) موجود ہیں۔ (**تاریخ الاسلام: ج ۶: ص ۵۵۵، ارشاد القاصی والدانی: ص ۵۲۰**)

(۴) الحسن بن مکرم البغدادیؒ (م ۲۷۴ھ) ثقہ، امام ہیں۔ (**سیر: ج ۱۳: ص ۱۹۲، کتاب الثقات للقاسم: ج ۳: ص ۳۹۷**)، اور ان کے متابع میں ثقہ، حافظ، احمد بن عبداللہ بن یونسؒ (م ۲۲۷ھ)، ثقہ، حافظ، ابوکریب، محمد بن العلاء

الہمدانیؒ (م ۲۴۷ھ)، ثقہ، حافظ علی بن معبد بن شداد العبدیؒ (م ۲۱۸ھ)، ثقہ، حافظ ابوبکر بن ابی شیبۃؒ (م ۲۳۵ھ) وغیرہ حضرات موجود ہیں۔ (تقریب: رقم ۶۳، ۶۲۰۴، ۴۸۰۱، ۳۵۷۵)

(۵) یزید بن ہاونؒ (م ۲۰۶ھ) کتب ستہ کے راوی اور ثقہ، عابد، متقن ہیں۔ (تقریبؒ: رقم ۷۷۸۹)، اور ان کے متابع میں ثقہ، ثبت، حافظ ہیثم بن بشیرؒ (م ۱۸۳ھ) اور ثقہ، حافظ، ابوبکر بن عیاشؒ (م ۱۹۴ھ) موجود ہیں۔ (تقریب: رقم ۷۳۱۲، ۷۹۸۵)

نوٹ:

حافظ ہیثم بن بشیرؒ (م ۱۸۳ھ) کے متابع میں چونکہ یزید بن ہارونؒ (م ۲۰۶ھ) اور ابوبکر بن عیاشؒ (م ۱۹۴ھ) موجود ہیں، لہذا ہشیمؒ (م ۱۸۳ھ) کی ''عنعنہ'' پر اعتراض فضول ہوگا۔

(۶) سعید بن المرزبان، ابوسعد البقالؒ (م ۱۴۰ھ) سنن الترمذی وسنن ابن ماجہ کے راوی اور ضعیف ومدلس ہیں، مگر متابع کی صورت میں مقبول ہیں۔ (دیکھئے ص: ۴۳)

نوٹ:

مصنف ابن ابی شیبۃ اور الخلافیات للبیہقی کی روایت میں ابوسعد البقالؒ (م ۱۴۰ھ) نے سماع کی تصریح کردی ہے۔

(۷) شقیق بن سلمۃ، ابووائل الکوفیؒ کتب ستہ کے راوی اور ثقہ ہیں۔ (تقریب: رقم ۲۸۱۶)

(۷) حضرت عمرؓ (م ۲۳ھ)، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ (م ۳۲ھ) اور حضرت علیؓ (م ۴۰ھ) مشہور اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سے ہیں۔

اس سند کے تمام روات ثقہ ہیں، مگر ابوسعد البقالؒ (م ۱۴۰ھ) ضعیف ہیں، لیکن متابع میں مقبول ہیں اور ان کے متابع میں ''۲، ۲'' روایتیں موجود ہیں،

متابع نمبر ۱:

چنانچہ ثقہ، حافظ ابومحمد، علی بن احمد الظاہریؒ (م ۴۵۶ھ) کہتے ہیں کہ

وروينا عن عبد الرحمن بن أبي ليلى قال: قال عمر بن الخطاب: يخفي الإمام أربعا -: التعوذ، وبسم الله

الرحمن الرحیم، و آمین، و ربنا لك الحمد۔

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ امام چار چیزیں سرا کہے گا: تعوذ، تسمیہ، آمین اور ربنا لک الحمد۔ (المحلی لابن حزم: ج۲:ص۲۸۰)

''روینا'' سے مراد [فیما ظھر لی من منھج ابن حزم] عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰؒ (م۸۳ھ) تک کی وہ سند ہے جو اس اثرِ عمر سے پہلے کی روایت میں موجود ہے، [ا] چنانچہ حافظ ابن حزمؒ (م۴۵٦ھ) کہتے ہیں کہ

لما حدثناه محمد بن سعيد بن نبات حدثنا عبد الله بن نصر ثنا قاسم بن أصبغ ثنا ابن وضاح ثنا موسى بن معاوية ثنا وكيع عن الأعمش عن عمرو بن مرة عن عبد الرحمن بن أبي ليلى قال: حدثنا أصحاب محمد - صلى الله عليه وسلم - أن عبد الله بن زيد رأى الأذان في المنام، فأتى النبي - صلى الله عليه وسلم - فأخبره؟ قال: علمه بلالا، فقام بلال فأذن مثنى، وأقام مثنى۔ (المحلی لابن حزم: ج۲:ص۱۹۱)

سند کی تحقیق:

(۱) حافظ ابومحمد، علی بن احمد الظاہریؒ (م۴۵٦ھ) مشہور حافظ، فقیہ ہیں۔ (لسان المیزان: ج۵:ص۴۸۸، کتاب الثقات للقاسم: ج۷:ص۱۸۱)

(۲) محمد بن سعید بن محمد بن نبات، ابوعبداللہ الاموی القرطبیؒ (م۴۲۹ھ) ثقہ، صالح ہیں۔ (تاریخ الاسلام: ج۹:ص۴٦۵)

(۳) عبداللہ بن نصر الزاہد اللخمیؒ (م۳۷۱ھ)،

(۴) قاسم بن اصبغ القرطبیؒ (م۳۴۰ھ)،

(۵) محمد بن وضاح القرطبیؒ (م۲۸۷ھ)،

(٦) موسیٰ بن معاویہؒ (م۲۲۵ھ)،

(۷) وکیع بن الجراحؒ (م۱۹۷ھ)، کی توثیق گزر چکی۔ (مجلہ الاجماع: ش۲۰: ص۱۳)

(۸) سلیمان بن مہران الاعمشؒ (م۱۴۸ھ) کتب ستہ کے راوی اور ثقہ، حافظ ہیں۔ (تقریب: رقم۲٦۱۵)

(۹) عمرو بن مرۃؒ (م۱۱۸ھ) کتب ستہ کے راوی اور ثقہ، عابد ہیں۔ (تقریب: رقم۵۱۱۲)

(۱۰)　عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰؒ (م۸۳ھ) بھی کتب ستہ کے راوی اور ثقہ ہیں۔ (تقریب: رقم ۳۹۹۳)

یہ سند حسن ہے۔ واللہ اعلم

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ثقہ، عابد، عمرو بن مرۃؒ (م۱۱۸ھ)، ابوسعد البقالؒ (م۱۴۰ھ) کے متابع میں موجود ہیں۔

متابع نمبر ۲:

اسی طرح، حافظ ابن حزمؒ (م۴۵۶ھ) ہی فرماتے ہیں کہ

وعن أبي حمزة عن إبراهيم النخعي عن علقمة، والأسود، كلاهما عن عبد الله بن مسعود قال: يخفي الإمام ثلاثا -: الاستعاذة، وبسم الله الرحمن الرحيم، وآمين۔ (المحلی لابن حزم: ج۲: ص۲۸۰)

اس ''معلق'' روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ابن مسعودؓ سے امین بالسر کی روایت نقل کرنے میں ابوسعد البقالؒ (م۱۴۰ھ) منفرد نہیں ہیں، بلکہ ثقہ، امام ابراہیم النخعیؒ (م۹۶ھ) ان کے متابع میں موجود ہیں۔

نوٹ:

ابوحمزۃ میمون الاعور ضعیف ہیں، مگر متابع کی صورت میں مقبول ہیں، دیکھئے **الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم الرازی: ج۸: ص۲۳۶، المعرفۃ والتاریخ للفسوی: ج۳: ص۶۵۔**

پھر ابراہیم النخعیؒ (م۹۶ھ) کا اپنا قول ''**يخفي الإمام {بسم الله الرحمن الرحيم} والاستعاذة، وآمين، وربنا لك الحمد**'' ہے۔ (**مصنف ابن ابی شیبۃ: حدیث نمبر ۴۱۵۹**)، اور اس سے بھی، ابوسعد البقالؒ (م۱۴۰ھ) کی روایت کی تائید ہوتی ہے، کیونکہ ابراہیم النخعیؒ (م۹۶ھ) **أعلم الناس بعبد الله وبرأيه وبفتياه** ہیں۔ (**سنن الدارقطنی: ج۴: ص۳۳۶۵**)، لہذا ابراہیم النخعیؒ (م۹۶ھ) اور عبداللہ بن مسعودؓ (م۳۲ھ) کی روایات کے الفاظ کی یکسانیت بھی دال ہے کہ ابوسعد البقالؒ (م۱۴۰ھ) کی روایت کی اصل ہے۔ واللہ اعلم

یہی وجہ ہے کہ حافظ ابن حزمؒ (م۴۵۶ھ) کہتے ہیں کہ ''**وقال سفيان الثوري، وأبو حنيفة: يقولها الإمام سرا - ذهبوا إلى تقليد عمر بن الخطاب، وابن مسعود - رضي الله عنهما**''۔ (**المحلی: ج۲: ص۲۹۵**)

یعنی حافظ ابن حزمؒ (م۴۵۶ھ) کے نزدیک عمرؓ، ابن مسعودؓ سے آمین بالسر کہنا ثابت ہے۔ خلاصہ یہ کہ ابوسعد البقالؒ (م۱۴۰ھ) پر جرح فضول ہے اور متابع کی وجہ، ان کی روایت حسن ہوگی۔ واللہ اعلم،

آمین بالجہر کی روایات تعلیماً کہنے پر محمول ہے:

- اور محدث علی قاریؒ (م ۱۰۱۴ھ) کہتے ہیں کہ

''لكن روى الطَّحاوي في آثاره عن أبي وائل قال: كان عمر وعليّ لا يجهران ببسم الله الرحمن الرحيم، ولا بالتعوذ، ولا بآمين«. وروى عبد الرَّزّاق في مصنَّفه: أخبرنا مَعْمَر، عن حَمّاد، عن إبراهيم النَّخَعِي قال: أربع يُخْفِيهن الإمام: التَّعوُّذ، وبسم الله الرحمن الرحيم، واللهم ربّنا لك الحمد، وآمين«. ثم قال: أخبرنا الثَّوري، عن مَنْصُور، عن إبراهيم قال: خمس يُخْفِيهن الإمام... فذكرها وزاد: سبحانك اللهم وبحمدك«. فهذا يدل على أن الجهر بها في بعض الأحيان كان للتعليم فعلاً كما ورد: وكان يُسْمِعُنا الآية أحياناً، لا ليكون سنةً مستمرة، وإلاّ لما تركه عمر وعليّ ولما ساغ لإبراهيم النَّخَعِي الحكم بخلافه من عنده''

لیکن امام طحاویؒ اپنے آثار میں روایت کرتے ہیں حضرت وائلؒ کہتے ہیں کہ حضرت عمر وعلی رضی اللہ عنہما بسم اللہ الرحمن الرحیم، تعوذ، اور آمین بلند آواز سے نہیں کہتے تھے، اور امام عبد الرزاقؒ مصنف میں روایت کرتے ہیں کہ ابراہیم نخعیؒ کہتے ہیں امام چار چیزیں آہستہ کہے گا تعوذ، بسم اللہ الرحمن الرحیم، اللھم ربنا لک الحمد اور آمین، دوسری روایت میں امام ابراہیم نخعیؒ کہتے ہیں کہ امام پانچ چیزیں آہستہ کہے گا، پس مذکورہ بالا چار چیزیں اور سبحانک اللھم وبحمدک، <u>پس یہ دلالت کرتا ہے کہ بعض مرتبہ اسے [یعنی آمین کو] زور سے کہنا بغرضِ تعلیم تھا، جیسا کہ (احادیث میں) وارد ہوا ہے کہ کبھی کبھی آپ کوئی آیت (سری نماز میں) ہمیں سنایا کرتے تھے، اسلئے نہیں کہ وہ سنت مستمرہ ہو جائے، ورنہ حضرت عمر وعلی رضی اللہ عنہما اسے نہ چھوڑتے اور ابراہیم نخعیؒ کیلئے اس کی گنجائش نہ ہوتی کہ وہ اپنی طرف سے اس کے خلاف حکم دیں</u>۔ (فتح باب العناية بشرح النقاية: ج ۱: ص ۲۸۲،)

- مشہور فقیہ، شمس الائمۃ، امام محمد بن احمد السرخسیؒ (م ۴۸۳ھ) نے کہا:

''وتأويل حديثهم أنه قال اتفاقا لا قصدا أو كان لتعليم الناس أن الإمام يؤمن كما يؤمن القوم فإنه دعاء''

ان کی حدیث کی تاویل یہ ہے کہ آپ نے یہ اتفاقاً کہا تھا، قصداً نہیں، یا لوگوں کی تعلیم کیلئے کہ امام بھی آمین کہے گا جیسا کہ مقتدی حضرات کہتے ہیں، اس لئے کہ یہ دعا ہے۔ (المبسوط للسرخسی: ج ۱: ص ۳۲)

- ملک العلماء، امام ابوبکر الکاسانیؒ (م ۵۸۷ھ) نے کہا:

''على أنه يحتمل أنه - صلى الله عليه وسلم - جهر مرة للتعليم''

اس میں یہ بھی احتمال ہے کہ آپ ﷺ نے ایک بغرض تعلیم جہرا کہا۔(بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع: ج۱:ص۲۰۷)

- حافظ ابوالحسین القدوریؒ (م۴۲۸ھ) کہتے ہیں کہ

''ولأنه يحتمل أن يكون رفع صوته بها في صلاة نافلة، أو على طريق التعليم''

اور چونکہ یہ بھی احتمال ہے کہ آپ نے نفل نماز میں بلند آواز سے کہا یا تعلیم کیلئے۔(التجريد للقدوری: ج۲: ص۵۱۰)

- امام جمال الدين أبو محمد علي بن أبي يحيى زكريا بن مسعود الأنصاري الخزرجي المنبجيؒ (م۶۸۶ھ) کہتے ہیں کہ

''فإن قيل: روى ابن ماجه: "أن رسول الله [صلى الله عليه وسلم] كان إذا قال: "غير المغضوب عليهم ولا الضالين، قال آمين، حتى يسمعها أهل الصف الأول) قيل له: هو محمول على أنه جهر بها ليعلمها الناس، ولأنه دعاء/ والسنة في الدعاء الإخفاء''

پس اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ امام ابن ماجہؒ روایت کرتے ہیں کہ حضرت رسول اللہ ﷺ جب "غير المغضوب عليهم ولا الضالين کہتے تو آمین کہتے، یہاں تک کہ پہلی صف والے اسے سنتے، تو اسے کہا جائے گا کہ یہ اس پر محمول ہے کہ آپ نے لوگوں کی تعلیم کیلئے زور سے کہا، اور چونکہ وہ دعا ہے اور دعا میں سنت سرا کہنا ہے۔(اللباب في الجمع بين السنة والكتاب: ج۱:ص۲۳۰)

- حافظ ابوبکر جصاص الرازیؒ (م۳۷۰ھ) نے کہا:

''وعلى أنه لو ثبت: جاز أن يكونوا فعلوه تعليمًا للناس، لئلا يظنوا تركها، كما جهر عمر بن الخطاب بسبحانك اللهم وبحمدك تعليمًا للجاهل''۔

اور اگر یہ ثابت ہو تو ممکن ہے کہ لوگوں کی تعلیم کیلئے انہوں نے ایسا کیا تا کہ وہ یہ نہ سمجھیں اسے ترک کر دیا، جیسا کہ حضرت عمرؓ نے سبحانک اللھم وبحمدک زور سے کہا ناواقف کو سکھانے کیلئے۔(شرح مختصر الطحاوی للجصاص: ج۱:

ص۵۸۹)

خلاصہ یہ کہ

* الغرض آمین بالجھر کی روایات تعلیماً کہنے پر محمول ہے۔
* اور افضل آمین بالسر کہنا ہے۔
* شعبۃ بن الحجاج (م ۱۶۰ھ) کی روایت میں ''خفض بھا صوتہ'' کے الفاظ محفوظ ہیں۔ واللہ اعلم